آہ سے واہ تک
جی-ایم-نغمی

آہ سے
واہ تک

جی۔ایم۔نغمی

آہ سے واہ تک

جی۔ ایم۔ نعمی

مصنف : جی۔ایم۔نغمیؔ — برٹی ہاؤس ، نور محل ، بھوپال ۴۶۲۰۰۱

ترتیب وتدوین : ظفرؔ صہبائی

ناشر : ڈاکٹر رفعت نغمی

زیر اہتمام : مرکزِ ادب بھوپال

سرورق : شہناز عمرانی

کتابت : نقارالرحمٰن

زرِ تعاون : چالیس روپے ۴۰/

سن اشاعت : انیس سو چھیاسی

تعداد اشاعت : ایک ہزار

ملنے کے پتے : برٹی ہاؤس نور محل' بھوپال ۴۶۲۰۰۱

: بھوپال بک ہاؤس' بدھوارہ' بھوپال

: ڈاکٹر رضیہ حامد ، باب العلم پبلیکیشنز ۶۵.بی ۔ ایچ بلاک' ۲۲ سیکٹر' نوائڈا' یوپی

: مکتبہ روزنامہ "افکار" افکار روڈ ، موتیا پارک' بھوپال

: مکتبہ "افکار" رابسن روڈ کراچی (پاکستان)

: مرکزِ ادب' ایم ایل بی کالج روڈ بھوپال نمبرا (۴۶۲۰۰۱)

ڈاکٹر رفعت نغمیؔ نے الیس الیس آفسٹ پرنٹرز دہلی میں چھپواکر' برٹی ہاؤس' نور محل بھوپال سے جاری کیا۔ فون نمبر ۷۴۱۰۵

انتساب

بلقیس نغمی • ڈاکٹر رفعت • ڈاکٹر جاوید • ڈاکٹر اظہر

کے نام

کہ میں ان کا اور وہ میرے ہیں

لینن کی نظر میں

لینن نے کہا ہے کہ ہمارے ادب کی جڑیں سماج میں پیوست ہیں جو ادب سماج سے اپنی غذا حاصل نہیں کرتا وہ ہمارے کسی کام کا نہیں۔

لینن کی نظر میں ادب کو سماجی ارتقا میں معاون و مددگار ہونا چاہیے۔ اس نے ادبی تحریروں اور تخلیقات کو عوامی جدوجہد کے سلسلے میں ایک کارآمد ہتھیار تسلیم کیا ہے۔ اسی سبب سے اس نے خصوصاً حقیقت پسندی اور ہر عہد میں عام لوگوں کے حقیقی مسائل کی ترجمانی کو ادب کی بہترین خصوصیت قرار دیا ہے اور بے مقصد اور مجہول رومانی ادب کی اس کے نزدیک سماج میں کوئی گنجائش نہیں۔

لینن نے ہمیشہ ایسے مصنفین کو سراہا جو مظلوم انسانیت کی مسیحائی کے لیے کوشاں رہے، وہ چاہتا تھا ادب صداقت پر مبنی مبالغے، تصنع اور تکلف سے پاک ہو۔

اعتراف و انحراف

وہ کالبوت ہیں صرف کتابیں پڑھا کیے
ہم تجربوں کی دھوپ میں فنکار ہو گئے

طنزیہ شاعر تو اُردو ادب کے اکھاڑے میں اتنے اُترے ہیں کہ جن کا شمار لگانا ایسا ہے جیسے آسمان کے تارے گِننا یا اپنے سر کے بالوں کو شمار کرنا اور ان کی قسمیں بھی سانپوں، مولویوں اور آموں کی طرح آج تک دریافت نہ ہو سکیں۔ بے گنتی طنز نگار گمنامی کی زندگی گزار کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے مزار تو کجا ان کی قبروں کے نشانوں کا بھی پتہ نہیں۔ تنقید نگار ان کی شاعری پر اچٹتی نظر ڈال کر ایسے گزر گئے جیسے کوئی برہمن یا جینی گوشت کی دکان کے سامنے سے گزر جائے۔ ان کے دیوان اس طرح پڑے ہیں جیسے کوئی زنانہ کوک شاستر پڑھے۔ شائستگانِ ادب نے ان کو اہمیت دینا اپنی توہین سمجھا۔ وہ تو خدا سر سید احمد خاں کو کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے جن کی مخالفت میں اکبر الٰہ آبادی نے طنزیہ شاعری کی آبرو رکھ لی۔ ورنہ آج طنز نگاروں کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہوتا۔ جب اکبر نے وقت کے پہیے کو اُلٹا گھمانا شروع کیا اور سر سید احمد خاں کی ترقی پسند پالیسیوں اور اقدامات کی اپنے مشاقانہ اور استادانہ اسٹائل سے مخالفت شروع کی تو اس وقت کے رجعت پرستوں اور سڑے گلے دیمک خوردہ ذہنوں نے اکبر کے ایسے اشعار کو آسمان پر اُٹھانے کی کوشش کی جیسے ؎

لفظ پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا
پانی پینا پڑا ہے پائپ کا

میں لیٹتا ہوں تو بھی مرے پاس آ کے لیٹ
میں بھی گریجویٹ ہوں تو بھی گریجویٹ

اکبر کے یہاں ایسے اشعار کی بھرمار ملے گی جن میں رجعت پرستی کی بُو آئے گی اور حالات کو جوں کا توں رکھنے پر قلم فرسائی کی گئی ہے بلکہ ان کی شاعری کی اساس رجعت پسندی پر رکھی ہوئی ہے۔ ان تجربات اور طنز نگاروں کی بے عزتی اور گمنامی کو دیکھتے ہوئے مجھ جیسے کم علم بلکہ جاہل انسان کو ادب کے میدان میں اور خاص طور پر طنز کا میدان جس میں لمبی چوڑی ڈگریوں کے تلے دبے ہوؤں کی ہمت نہیں ہوئی کہ طنز کے میدان میں لنگوٹ باندھ کر کود پڑیں ـــــ اور خاص طور پر میرا اسٹائل بغیر اشارے کنائے کے سیدھے سیدھے مخاطبت کرنا اور وہ بھی عوام دشمن طاقتوں سے اور سڑی گلی قدروں سے بغیر سمجھوتہ کئے مقابلہ کرنا، یہی نہیں میں نے اپنی شاعری کے ذریعے ایسے افراد کو نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے جو میری سمجھ سے عوام کی صف میں نہیں آتے، براہِ راست یا ڈھکے چھپے ظالموں کے ماؤتھ پیس بنے ہوئے ہیں۔

رفعت الحسینی اور محسن بھوپالی سرکاری ملازم ہیں مگر سرکاری شاعری نہیں کرتے، یہ جانتے ہوئے کہ ادب میں دَل بدل کی گنجائش نہیں ہے اور پھول خوشبو سے پہچانا جاتا ہے۔ میں عوام کے حضور میں اور ہندوستان، پاکستان کے دانشوروں کے سامنے سر جھکا کر عرض کرتا ہوں کہ ان کے سامنے کوئی طنز نگار شاعر عوام کے دشمنوں، قاتلوں اور ڈاکوؤں سے مشن کے طور پر تلوار کی نوک پر کھڑا ہو یا رستے پر چل رہا ہو۔

یہ دو دھاری تلوار مجھ جیسے کم علم کے ہاتھ میں ہے اور جس بستی میں رہتا ہوں پڑھا لکھا کہلاتا ہوں اور جہاں کی اکثریت کو اپنے سے بھی کم علم پاتا ہوں۔ ہاں۔ مجھے اعتراف ہے کہ دنیا کا متمدن حصّہ جس ادب کا مطالبہ کرتا ہے وہ میرے بس کا نہیں اور میرا اپنا ملک جس شاعری کا عادی ہے وہ میرے بس میں نہیں۔

میری شاعری کے محرکات وہی ہیں جو میرے سیاسی افکار ہیں، استحصالی نظام، طبقاتی کشمکش اور انسانیت سے کم درجہ پر جینے کی مجبوری ہی تمام چیزیں میرے سیاسی افکار کا پس منظر ہیں۔ میرے مخاطب تمام انسان خصوصاً محنت کش عوام ہیں۔ سماجی مسائل جن سے تمام انسان جُڑے ہوئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں شاعری کیوں کرتا ہوں اور کون سے محرکات ہیں جنہوں نے مجھے شاعری کرنے پر اُکسایا، آمادہ کیا، پہلا سبب جس نے مجھے

ذہنی اذیت میں مبتلا کیا اور مجھے ادبی میدان میں اُترنے پر مجبور کیا کہ ہندوستان میں تہذیب و ادب کے اصل خالق عوام ہیں۔ اس کے برعکس تہذیب و ادب "مٹھی بھر خوش قسمت انسانوں کی جاگیر بن کر رہ گئے ہیں۔ اس لیے عوام کا ادنیٰ" خادم ہونے کے ناطے میرے اندر کی ڈھکی چھپی صلاحیتوں نے میرے ضمیر کو للکارا اور میرے ہاتھ میں قلم پکڑا دیا۔

ان تمام باتوں کے باوجود میں ادب کے میدان میں دو قدم بھی نہ چل پاتا اگر مجھے گھر سے سکون اور خوش مزاجی نصیب نہ ہوتی اور میری شریک حیات یعنی میری اکلوتی بیوی بلقیس بیگم کا زبردست ہاتھ نہ ہوتا، اسی کے برتاؤ اور رکھ رکھاؤ نے میری جولانی طبع کو تروتازہ رکھا اور خود بھی میرے طنز کا نشانہ بنی رہی مگر میرے دل و دماغ کو جولانی اور حرارت بخشتی رہی تاکہ میں عوام دشمنوں سے ان کے دلالوں سے انفرادی اور اجتماعی طور پر اُلجھتا رہوں۔ میں کبھی اسٹیج پر بیٹھ کر عوام پر نہیں ہنسا بلکہ عوام میں بیٹھ کر مٹھی بھر لوگوں پر قہقہہ لگایا۔ میں نے زندگی بھر عوام کا چہیتا بننے کی کوشش کی۔

داد حاصل کرنا یا میری شاعری کا فن و عروض پر صحیح اُترنا میرے نزدیک اس کی ذرہ برابر اہمیت نہیں اور نہ ہی میں عروض و فن پر دسترس رکھتا ہوں۔ میری نظر میں حقیقت کو سچائی اور بے باکی سے بیان کرنا سب سے بڑا آرٹ ہے، رہا فن ہاتو ؎

فن کے مقابلے میں ہے مقصد مجھے عزیز
اس میں کسی کا فیصلہ درکار بھی نہیں

اس لیے لغت زدہ ذہنوں سے میری درخواست ہے کہ وہ فن کا میجر ٹیپ میری شاعری پر ڈالنے کی زحمت نہ فرمائیں۔ لوگ بظاہر مجھے مالدار آدمی سمجھتے ہیں لیکن میں نے کبھی بھی دولت جمع نہیں کی اور نہ ضرورت سے زیادہ پیسے کی قدر کی۔ میں نے شاعروں، ادیبوں کی خدمت اور ان سے پیار کرنا اپنا اوّلین فرض جانا۔ اگر ڈاکٹر اقبال سے ملے نہیں تو یہ شوق ضرور تھا کہ اُنہیں دیکھیں۔ سو انہیں شیش محل کی کھڑکی میں بیٹھا ہوا دیکھا تھا۔ اگر جگر مراد آبادی کے دوست نہ ہو سکے تو ان کے خدمت گار کے طور پر سائے کی طرح ساتھ رہے۔ اگر وزیر نہ بن سکے تو پنڈت نہرو کی پہلی بار بھوپال آمد پر اُن کے باڈی گارڈ کے روپ میں بھوپال کے عوام کے سامنے رہے۔ ہوش سنبھالا تو پرجا منڈل میں آنکھ کھولی جو ریاستی حکومت کے دَور میں کانگریس کی حیثیت رکھتی تھی۔ کانگریس میں آزادی کے بعد مفاد پرستوں کی زیادہ سے زیادہ

شمولیت کو دیکھ کر اور عوام کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو بے بس پا کر اپنے بے لوث خدمت کرنے والے ساتھیوں کے ہمراہ کانگریس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر کمیونسٹ پارٹی کی بنیاد رکھنے والوں کے ساتھ ہو گیا۔ سیکولرازم اور مارکس واد پر یقین کامل ہے۔ اس حیثیت سے میں ملدار آدمی ہوں۔ دوسرے میری ماں کا سایہ میرے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے، ساتھ ہی میں اپنے بڑے بھائی غلام مصطفےٰ صاحب کی شفقتوں سے سیراب ہوں۔ میرے برادر خورد عزیزم معین میری ہمشیرہ عائشہ اور آمنہ جن سے مجھے بھائی بہنوں کا حقیقی لاڈ پیار ملا ہے ہیں ان ہستیوں کو مثالی بھائی بہنوں کا درجہ دیتا ہوں۔

میرے فرزندان ڈاکٹر رفعت، ڈاکٹر جاوید، ڈاکٹر اظہر میری دونوں بہوئیں ڈاکٹر صبوحی، ڈاکٹر سیما اور میری بیٹیاں شاہین صفوی، عذرا اور یاسمین یہ سب کے سب مجھے ہشاش بشاش رکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

اسی صورت اگر ایم۔ رفیق کی رفیقانہ کاوشیں اور بے لوث مدد نہ ہوتی تو سفر روس کے وقت میرا سوونیئر نکل نہ پاتا جس میں قریب قریب بھوپال کے تمام ادیبوں، شاعروں، سیاسی رہنماؤں نے تقریریں کر کے مقالے نظمیں اور قطعات لکھ کر ایک ذرے کو آفتاب بنا دیا جس کے لیے ایم۔ رفیق کا دل کی گہرائیوں کے ساتھ شکر گزار ہوں۔

اس موقع پر میں محمود الحسینی مرحوم کو یاد کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے تین برس تک میرے قطعات کو تراش خراش کے ساتھ الحمرا میں روزانہ اشاعت کا شرف بخشا۔

یادوں کی بارات میں ہندوستان کے پانچ طنز نگاروں کا ذکر نہ آنا ایسا ہے جیسے بغیر دولہا کے بارات، جن لوگوں سے طنز کے میدان میں بہت کچھ سیکھا ہے اور جن کو جرأت کے اعتبار سے قد میں اپنے سے بلند خیال کرتا ہوں اور احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، ان حضرات میں جوہر قریشی عبدالاحد خاں تخلص فکر تونسوی، ہری شنکر پرسائی، مصطفےٰ تاج کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود ادب کے میدان میں دوڑنا تو کجا چہل قدمی کرنا بھی جوئے شیر لانے کے برابر تھا۔ اگر مجھے بھوپال کے ادیبوں اور شاعروں میں بیٹھنے کا شرف حاصل نہ ہوتا۔ خاص طور پر قدوس صہبائی خاں۔ شاکر علی خاں، پنڈت چتر نارائن مالویہ، ممنون حسن خاں، کیف بھوپالی محمد علی تاج، اختر سعید خاں، عظمت دادا، کامریڈ بالکرشن گپتا، نصرت بانو روحی، متھرا پرشاد فضل تابش، رفعت الحسینی، مہیش دت مصرا، اشتیاق عارف، مرتضیٰ علی شاد، اکشے کمار جین

ہری شنکر پرسائی، ایم۔ رفیق، غلام مصطفےٰ صاحب، جاں نثار اختر، احسن علی خاں، میرے بہنوئی اختر عالم قریشی، بھائی رتن کمار، میرے دوست مقبول بیگ جنہوں نے میری اور میرے خاندان کی اپنی آنکھوں سے زیادہ حفاظت اور نگرانی کی۔

کیفؔ بھوپالی اور عشرتؔ قادری نے تو ایک مشفق دوست اور ایک استاد کی حیثیت سے قدم قدم پر میری اصلاح کی۔ میرے قطعات اور غزلوں کو اخبار اور رسالوں کی زینت بننے میں میری مدد فرمائی، ادبی محفلوں میں عزت بخشی جس کے لیے شکریے کے تمام الفاظ کم ہیں۔ کیفؔ صاحب نے میرے شعری سفر کا انتخاب کیا اور میری شعری تربیت کر کے مجھ میں اعتماد جگایا اور ان رموز سے آگاہ کیا جو شاعری کے لیے ضروری تھے۔

جی۔ ایم۔ نغمی

۴ر ستمبر ۱۹۸۶ء
بھوپال

مصطفےٰ تاج

خُلوص کا اِمام باڑہ

جی. ایم. نغمی ــــــ عرف گھرّو میاں

جی. ایم. نغمی صاحب کا مقام کیا ہے.... ؟ یہ ایک سوالیہ نشان میرے ہی نہیں، ان سب کے ذہنوں میں ہے جو انہیں جانتے ہیں، اُبھرتا ہے اور کسی کے بھی آج تک سمجھ میں نہیں آیا، انہیں کیا مقام دیا جائے، کس خانے میں بٹھایا جائے، کیونکہ ہر خانے سے آپ کی دھماچوکڑی کی آواز آتی ہے، چاہے سیاست کا میدان ہو کہ ادبی محفل، مشاعرے کا اسٹیج ہو کہ باغیوں کا پنڈال ہر مقام سے آپ کی گرجدار آواز گونجتی سنائی دیتی ہے۔

ویسے صحیح معنیٰ میں آپ نہ تو شاعر ہیں نہ ادیب، نہ عالم ہیں نہ فاضل، نہ لیڈر ہیں نہ پیر، نہ سرمایہ دار نہ فقیر، اس کے باوجود آپ جس میدان میں کودتے ہیں، آپ کے چاہنے والے جن کی ایک بڑی تعداد ہے آپ کو اسی میدان کا ہیرو مان لیتے ہیں..... عوام کی یہ ہمدردیاں، یہ خلوص، یہ محبّت، یہ پیار نغمی صاحب نے بڑی قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے۔ جان سے اور مال سے محنت سے اور زبان سے ہر ایک کی ضرورتیں پوری کرتے رہے۔ اسی لیے آپ کو بھوپالی "خلوص کا امام باڑہ" کہتے ہیں۔

خان شاکر علی خاں مرحوم کا آپ دایاں بازو رہے۔ جگر مراد آبادی سے تاج بھوپالی تک آپ کی ہر شاعر سے گاڑھی چھنتی رہی۔

نغمی صاحب نے پیدائشی باغی ذہن پایا ہے اسی لیے خاندان والوں سے بغاوت کر کے درزی کا پیشہ اختیار کیا.... بقول غالب کے ؎

پیشے میں کوئی عیب نہیں رکھیو نہ فرہاد کو نام

نغمی صاحب لکیر کے فقیر نہیں، وہ ایک ڈگر پر چلنے والے نہیں، وہ ہر میدان میں خم ٹھونکنے

والے ہیں اور اُن کا ٹھونکا ہوا خم اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ اس سے ہاتھی بنتے ہیں اور ہر میدان میں گھس پیٹ کر کے اودھم مچانا نغمی صاحب کی ہابی ہے۔ اسی وجہ سے نغمی صاحب نے ہر فنکار کی خدمت کی، محبت کی، مدد کی اور ان سے جو کچھ حاصل کیا وہ ان تاریک اندھیروں میں بکھرا دیا جہاں علم و فن کی ہلکی سی کرن بھی نہ پہنچ پائی تھی، یہی وجہ ہے کہ نغمی صاحب ہر طبقے میں بڑی محبت اور عقیدت سے دیکھے جاتے ہیں۔

کبھی شاکر صاحب کی بیڑی جلا رہے ہیں، کبھی قدوس صہبائی کی مالش کر رہے ہیں، کبھی جگر مراد آبادی کو اپنے ہاتھ سے جام بھر بھر کر پلا رہے ہیں تو کبھی جوہر قریشی کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ قدوس صہبائی نے آپ کو کانگریسی بنایا تو شاکر صاحب نے آپ کا ذہن صاف کر کے کامریڈ بنا دیا، جوہر قریشی نے جب آپ کا باغی ذہن دیکھا تو صحافت کا ہار آپ کے گلے میں پہنا دیا۔

کیف بھوپالی بہت جہاندیدہ انسان ہیں۔ انہوں نے جب مارکیٹ میں اس چلتے ہوئے سکّے کی جھنکار سُنی تو اُسے نغموں کی لوری دیتے ہوئے اپنی خانقاہ میں اٹھا لائے اور اسے ایک باغی شاعر کی بشارت دے کر نغمی تخلص رکھ دیا.... لیجئے شاعر بھی بن گئے....شاعر، ادیب، صحافی، سیاست داں ....اب آپ ان کو کس خانے میں بٹھائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے ؎

سارا عالم آئینہ باسطؔ
جیسی نگاہیں ویسے نظارے

جس کو جس مہرے کی ضرورت ہوگی وہ انہیں اپنے خانے میں بٹھا لے گا کیونکہ وہ خود بھی ایک کل نہیں بیٹھتے۔ اس کی ایک وجہ اور بھی ہے، وہ یہ کہ انکی خود بھی کوئی کل سیدھی نہیں۔

قدوس صہبائی کو جب نان بھوپالی تحریک میں بید پروف لڑکوں کی ضرورت پڑی تو انہوں نے نغمی صاحب کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ پولیس والوں کے مارتے مارتے ہاتھ شل ہو گئے مگر ان کی پیٹھ میں خم نہیں آیا۔ شاکر صاحب کی نظر جب اس مردِ آہن پر پڑی تو انہوں نے آپ کے کمزور شولڈر پر ہاتھ رکھ دیا، لیکن موصوف نے شاکر صاحب کو اپنے شولڈر کمزور ہونے کا احساس بھی نہیں ہونے دیا بلکہ کامریڈوں کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر نعرے لگائے۔

آخر جی۔ایم۔نغمی کا مرید بن گئے لیکن صاحب نغمیؔ صاحب ایک کل بیٹھنے والے کب ہیں ـــ دھم سے صحافت کے میدان میں کود پڑے، موصوف نے جوہر قریشی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جوہر قریشی نے مغل دور کے قلمدان پر ہاتھ رکھوا کر بیعت کرائی.... اور حسبِ عادت حلفیہ اقرار لیا کہ اختلاف برائے اختلاف کے پابند رہیں گے۔ فنکار کی اس وقت تک مدد کرینگے جب تک بامِ عروج چھو نہ لے.... جب اس کا قد بلند ہو جائے تو مخالفت شروع کر دینگے حکومتِ وقت کی مخالفت ہمارا مذہبِ ثانی رہے گا۔ چاہے خلیفہ ہارون رشید کا دور ہی کیوں نہ پلٹ آئے، ہم اس دور کو بھی چنگیزی دور کہیں گے.... ہم کسی بھی انقلاب سے کبھی مطمئن نہ ہوں گے، چاہے وہ ہمارا ہی لایا انقلاب کیوں نہ ہو.... لیجیے نغمی صاحب صحافی بن گئے، ہفت روزہ "شاہکار" جس کے خود ایڈیٹر تھے، منظرِ عام پر آ گیا۔ "شاہکار" کی مقبولیت اتنی بڑھی کہ اس کی کاپیاں بلیک میں بکنے لگیں.....

لیکن نغمیؔ صاحب ایک کل بیٹھنے والے کب ہیں، صحافت چھوڑ کر شاعری کے میدان میں کود پڑے۔ کیفؔ بھوپالی نے ان کا عقیقہ کیا اور ان کا نام نغمیؔ رکھ دیا۔ لیجیے آپ شاعر بن گئے، وہ بھی طنز نگار، آپ کے قطعات اپنے رسوخ سے روزنامہ "الحمرا" میں چھپنے لگے.... ایک بار ڈرتے ڈرتے "الحمرا" کے ایڈیٹر محمود الحسینی نے آپ سے کہا کہ آپ کی تحریریں املا کی بہت غلطیاں ہوتی ہیں۔ آپ نے فوراً غلطی تسلیم کرتے ہوئے کہا ٹھیک ہے میں اپنا منشی بدل دوں گا....

اب میں صاحب ان کی شاعری کے بارے میں کوئی تبصرہ کر نہیں سکتا کیونکہ میں ابھی کچھ دن زندہ رہنا چاہتا ہوں اور ان سے تعلقات بھی بگاڑنا نہیں چاہتا۔ہاں ان کی شاعری کے بارے میں خود ان کی رائے کو تسلیم کرتا ہوں۔آپ کریں یا نہ کریں میں آپ کو مجبور نہیں کرتا، دیکھیے نغمیؔ صاحب خود اپنے بارے میں کیا کہتے ہیں ؂

شاعر ہمارے شہر میں یوں تو ہیں بے شمار
کچھ بھس بھسے ہیں ان میں تو کچھ ان میں جاندار
لیکن جنابِ نغمی کی ملتی نہیں مثال
کرتے ہیں ظالموں پہ دھڑلے سے جم کے وار

ویسے نغمی صاحب طنزیہ شاعری کرتے ہیں لیکن صاحب طنز کیا کرتے ہیں، یزید کا مگدر

گھماتے ہیں جو دوشالے میں لپیٹ کر طنز نگار کہتا ہے، آپ اسی بات کو فوجی بوٹ میں رکھ کر مار دیتے ہیں بس ان کی یہی ادا عوام کو بہت پسند آئی ہے اسی لیے آپ عوامی شاعر بن گئے ہیں۔ مثلاً یہ مگدر دیکھئے کیسا گھمایا ہے ؎

دلّی والو! یونہی فساد کرو
اور کیا تم سے ہم کریں آشا
ظالموں ان کو قتل کر ڈالا
ہاتھ پاؤں میں جن کے تھا رعشہ
تم سے تو جانور ہی اچھے ہیں
جو سمجھتے ہیں پیار کی بھاشا

دال گھاروں پر نہیں ہے دسترس
سوچیں کیا اخروٹ و کاجو کے لیے
اندرا گاندھی ہیں فقط اس موڈ میں
راستہ ہو صاف راجیو کے لیے

ویسے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نغمی صاحب نے اپنے زمانے کے مسائل اخلاق اور معاشرت کی صحیح عکاسی کی ہے کیونکہ شاعر اپنے اردگرد کے ماحول سے ہی متاثر ہوتا ہے اور ؎

دیں گے وہی جو پائیں گے اس زندگی سے ہم

ہاں یہ بات اور ہے کہ یہ جرأت بہت کم شاعروں میں پیدا ہوتی ہے کہ قاتل کو قاتل ہی کہہ کر پکاریں اور ظالم کو ظالم .... دور حاضر میں تو پھر بھی اتنی جرأت پیدا ہوگئی ہے کہ محبوب کو مؤنث لکھنے لگے اور کچھ جرأت مندوں نے تو نام تک سے مخاطب کر دیا، ورنہ پہلے تو میاں محبوب مذکر ہی ہوتا تھا اور ظلم محبوب کرے یا آقا، الزام بیچارے آسمان پر ہی تھوپا جاتا تھا لیکن ہمارے نغمی صاحب نے کبھی اشاروں، کنایوں میں بات نہیں کی، جو کہا ڈنکے کی چوٹ پر کہا۔ یہاں تک کہ اپنے خلیفہ خان شاکر علی خاں تک کو نہیں بخشا۔ آپ کو ان کا مجّو میاں کے یہاں روز آنا جانا پسند نہیں آیا۔ بس ایک قطعہ لکھ ڈالا اور شاکر صاحب کو خود جا کر سنایا یہ ہے آپ کی جرأت، قطعہ یوں ہے ؎

ہر گھڑی موجود رہتا ہے یہاں کوئی ولی
صبح کو محمود و شرقی، شام کو شاکر علی
نورتن مجو میاں کے چائے پر جڑتے ہیں روز
یا خدا آباد رکھنا شیخ بہتی کی گلی

جی۔ ایم۔ نعمی نے اپنے زمانے کے اخلاق اور معاشرت کی سچی تصویر کشی کی ہے کیونکہ سوسائٹی کا جیسا رنگ و مذاق ہوتا ہے شاعر اسی کی پیروی کرتا ہے۔

نعمی صاحب کا کلام دو اقسام پر مشتمل ہے۔ طنزیہ اور ظریفانہ ــــ لیکن جہاں تک ظرافت کا تعلق ہے تو انہوں نے محض تمسخر آمیز نقالی نہیں کی ہے بلکہ قوم کو تمدن جدید، تعلیم نو اور ترقی کی راہ پر لے جانے کے لیے فرسودہ روایات، بوسیدہ تہذیب، پرانے خیالات اور پرانے عقیدوں کا نہ صرف مذاق اڑایا ہے بلکہ اس سے بچنے کی راہ بھی بتائی۔ انہوں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ اپنی قوم یا وطن والوں کے لیے نہیں کہا ہے بلکہ ساری انسانیت کے لیے پیغام دیا ہے کیونکہ وہ اپنے باپ، خاندان یا نام سے تو مسلمان ہو سکتے ہیں لیکن وہ اپنے خیالات افکار و عقائد سے کمیونسٹ ہیں۔ دوسرے جہاں ان کی طنزیہ شاعری پر نظر ڈالی جائے تو وہ مہذب، تہذیب اور دائرۂ اخلاق سے ہٹ کر۔۔۔ بالکل کھردری، تلخ، ناقابلِ برداشت بیباکی ہے۔۔۔۔ اس کی وجہ ان کی خود اعتمادی، طاقت، نڈرپن اور خود سری ہے کیونکہ وہ جو لکھتے ہیں اس میں کسی کا مشورہ قبول نہیں کرتے، کہنے کو تو ان کے استاد کیف بھوپالی ایک مہذب شاعر ہیں لیکن نعمی صاحب اُن سے صرف فعلاتن فعلاتن فعلات، درست کراتے ہیں، اس کے آگے ؎

ایک مکا ایک گھونسہ، ایک لات

کے لیے مشورہ قبول نہیں کرتے۔۔۔۔۔ نعمی صاحب کی شخصیت میرے لیے اور دیگر لوگوں کے لیے ہمیشہ سے معمہ بنی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ وہ یوں کہ ہمیشہ تیر و نشتر پھینکنے والا آدمی اتنا ہر دل عزیز کیوں بنا ہوا ہے۔

ایک بار میں نے اس معمے کو حل کر لیا لیکن پھر بھی الجھن آج بھی بنی ہوئی ہے ۔۔۔۔۔ ہوا یہ کہ مجھے بمبئی کے ایک سرمایہ دار کے گھر میں جانے کا موقع ملا۔ مجھے اس کے ڈرائنگ روم میں یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ نہایت بیش قیمت نازک اور خوبصورت سجاوٹ

کے سامان کے ساتھ ایک خوبصورت طلائی گلدان میں کانٹوں سے بھری سوکھی ہوئی شاخ رکھی تھی ـــــ میں نے صاحبِ خانہ سے پوچھا ،میاں اس کی کیا ضرورت تھی ،انہوں نے مسکرا کے جواب دیا ،اس کے بغیر اس کمرے کی بیوٹی ادھوری ہے ،یہ نیچرل ہے ...... اور مجھے نغمی صاحب کی یاد آگئی جو ہر فنکار اور سمجھ دار کے ڈرائنگ روم میں اسی طرح سے سجے ہوئے ہیں۔

اگر کیفؔ بھوپالی اپنے دیوان کا انتساب اور ایسے اشعار ان کے لیے لکھے کہ ؎

اے کیفؔ شکر بھیج کہ نغمیؔ کی شکل میں
نا مہربان دَور میں اک مہرباں ملا

تو محمد علی تاجؔ بھی پیچھے نہیں رہے ..... انہوں نے بھی اپنی طویل نظم نئی گیتانجلی کا انتساب نغمیؔ صاحب کے نام کیا اور ایسے اشعار اُن کے لیے لکھ گئے جن کو سن کر عوام کی نظروں میں اُن کا قد بلند ہو گیا ؎

بڑی لگن ، بڑی محنت ، بڑے جتن کر کے
تو اپنے دشت کو لے آیا ہے چمن کر کے
تو کیوں چراغ جلاتا ہے روشنی کے لیے
تو اک منارۂ محنت ہے ہم سبھی کے لیے

بھوپال کا ہر فن کار نغمیؔ سے محبت کرتا ہے اور نغمیؔ اُن سے ، رفعت الحسینی نغمی صاحب کے بارے میں کہتے ہیں کہ ؎

نغمیؔ سے دوستی کیفؔ سے عالی مقام نے
رفعتؔ کیا ہے یاد تو آتی ہیں ہچکیاں

جاں نثار اخترؔ اپنی کتاب ہزار باتوں میں لکھتے ہیں کہ جب گھرّو میاں کے ہاتھوں میں سُرخ جھنڈا دیکھتا ہوں تو مجھے انقلاب کا یقین ہو جاتا ہے۔ تخلص بھوپالی نے تو اپنی وراثت ان کے حوالے کر دی ،کہتے ہیں نغمیؔ صاحب میرے جانشین ہیں اور تو اور ہند و پاک کے مشہور شاعر جوشؔ صاحب کی شاعری میں بھی آپ کا ذکر موجود ہے ؎

اِدھر گوپی کشن کا خون کھولا
اُدھر گھرّو میاں کو تاؤ آیا

غرض کہ بھیا اپن کی سمجھ میں تو نہیں آیا کہ یہ آدمی کس بھید میں ہے اور اس کو کس خانے میں بٹھایا جائے، کچھ لوگ آپ کو ٹیلر ماسٹر جانتے ہیں کیونکہ یہ آپ کا پیشہ رہا ہے، ہفتہ وار اخبار "شاہکار" نکال کر آپ صحافیوں کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ کمیونسٹ تحریک سے وابستہ ہو کر سیاست میں داخل ہو گئے اور حکومتِ روس کی دعوت پر آپ روس بھی ہو آئے.... اب صاحبِ دیوان بن گئے ہیں۔ لیجیے آپ کو شاعری کی ڈگری بھی مل گئی۔

ہمیں تو صرف اتنی فکر ہے کہ ان کی قبر کے کتبے پر کیا لکھا جائے گا....؟

"شاعر، ادیب، صحافی، لیڈر یا ٹیلر...." ؟؟

تاکہ سند رہے

(جی ایم نغمی کی طنز نگاری، دانشوروں اور اہلِ ذوق کی نظر میں)

★ شوری بھوپالی ★ کیف بھوپالی ★ جان نثار اختر ★ احسن علی خاں — ★ پروفیسر شفیقہ فرحت ★ پروفیسر مرتضیٰ علی شاد ★ پروفیسر عبدالقوی دسنوی ★ ڈاکٹر اخلاق اثر ★ مہیش دت مصرا ★ پروفیسر قیصر محمود ★ عبدالاحد خاں تخلص بھوپالی ★ پنڈت چتر نرائن مالویہ ★ ممنون حسن خاں ★ اشتیاق عارف ★ شریف الرحمٰن خاں ★ ایم رفیق ★ بھائی رتن کمار ★ عزیز قریشی ★ ابن درما ★ ظفر صہبائی ★ سید شمس الدین احمد شمیم ★ پروفیسر حامد جعفری ★ محفوظ منظر بھارتی ★ اقبال مسعود ★ گھنشیام تومر ★ وفا صدیقی ★ اشفاق مشہدی ندوی ★ عبدالشکور ایڈوکیٹ ★ اسد اللہ خاں ★ آفتاب علی خاں ★ بابو لال گور ★ مقصود اصغر ★ عابد اختر اور خالد غنی۔

شعریؔ بھوپالی

جی۔ایم۔نغمیؔ کی شخصیت کے بیشتر پہلو لائق تحسین ہیں انکی ساری زندگی محنت جاں فشانی، لگن اور جدوجہد سے عبارت ہے، وہ ایک مخلص دوست اور سماج کے ذمہ دار فرد اور سرگرم سیاسی کارکن کی حیثیت سے نمایاں ہیں۔مزاح میں ظرافت اور لطافت کچھ اس طرح رچ بس گئی ہے کہ ان کے طنز کا نشانہ بننے والا بھی ان کی ذہانت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

جی۔ایم۔نغمیؔ اپنی طنزیہ اور مزاحیہ شاعری کے ذریعے اس تحریک کی تبلیغ کا فرض انجام دے رہے ہیں جس سے وہ مکمل طور پر وابستہ ہیں شاعری ان کے لیے شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ وہ اپنے اس فن کے وسیلے سے معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعنوانیوں اور ناانصافیوں اور عام انسانوں کی حق تلفیوں کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔میری دعا ہے کہ ان کا فن اور ترقی کرے اور بھوپال کی طنزیہ شاعری کی روایات و میراث مستقبل کے سرمائے میں محفوظ رہ سکیں۔

کیفؔ بھوپالی

نغمیؔ! تم میری آرزوؤں کا ثمر ہو، تم جن ارتقائی منزلوں میں اپنے فن

کے ساتھ سفر کر رہے ہو، وہ سفر تیس سال کی مدت میں بھی ایسے فنکار طے نہیں کر سکے جن کے قدم جامد ہیں، اُردو کے پہلے طنزیہ شاعر اکبرالہ آبادی یقیناً احترام کے قابل ہیں جنہوں نے انگریز سامراج کی ریشہ دوانیوں کے خلاف طنز اور احتجاج کا طریقہ نکالا جبکہ سامراج ہماری تہذیبی قدروں پر حملہ کر کے اُن کو ملیامیٹ کر رہا تھا۔ بلاشبہ وہ کچھ میکانکی اور سائنسی ترقیاں بھی لایا، لیکن اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سونے کا نوالہ کھلائے اور سر پر جوتے مارے۔

نعمی کی شاعری اکبر سے بھی زیادہ قابلِ احترام ہے کیونکہ وہ ساری دنیا کی مسلّم اور ٹھوس قدروں کی عکاس اور محافظ ہے۔

جاں نثار اختر

جی۔ ایم۔ نعمی جنکے ہاتھ میں سُرخ جھنڈا دیکھ کر انقلاب آنے کا پختہ یقین ہو جاتا ہے۔

پروفیسر احسن علی خاں (کراچی)

میرے دوست غلام مجتبیٰ نعمی عرف گھرّو میاں اس وقت شاعر نہیں تھے، جب لڑکپن میں اُن سے میری دوستی ہوئی تھی، اس وقت وہ میری طرح دُبلے اور دراز قامت تھے، پھر میں پاکستان چلا گیا۔ انیس سال بعد ۱۹۶۹ء میں جب بھوپال آیا تو میں نے گھرّو میاں کو جسمانی طور پر ایک بھاری بھرکم شخصیت پایا لیکن یہ جان کر خوشی ہوئی کہ گھرّو میاں نے ذہنی اعتبار سے بھی بہت ترقی کی ہے اور وہ ایک منفرد شاعر ہیں شاعری کے میدان میں گھرّو میاں بھاری بھرکم اور طویل قامت ہیں۔

ان کے مزاحیہ اور طنزیہ قطعات صحت مند مقصدیت کے حامل ہوتے ہیں وہ عصرِ حاضر کے اکبرالہ آبادی ہیں، فرق یہ ہے کہ وہ رجعت پرست تھے اور گھرّو میاں ترقی پسند ہیں۔ وہ جاگیرداری اور سرمایہ داری پر اپنے قلم سے کاری وار کرتے ہیں اور متوسط طبقے کی موقع پرستی کا بھانڈا

پھوڑتے ہیں ۔ وہ اپنے مزاحیہ انداز سے ہنساتے ہیں اور تیر و نشتر سے تڑپاتے ہیں ۔ اُن کی شاعری ایک ایسا ستارہ ہے جو بھوپال کے ادبی افق پر ممتاز نظر آتا ہے ۔

پروفیسر شفیقہ فرحت

مراثی، بھانڈ اور طنز نگار میں بنیادی فرق یہی ہے ۔ پہلے دو پھوہڑپن اور پھکڑ پن کی علامت ہیں جبکہ طنز نگار انگاروں پہ چل کر، آنسو پی کر، لہو تھوک کر تجربے اور مشاہدوں کی بھٹی میں تپ کر کندن بنتا ہے ۔ خود بہ رو کر دوسروں کو ہنساتا ہے ۔

بڑے ظرف اور بڑے پتّے کے لوگ ہی فن کے اس لق و دق صحرا کو سر کرنے کی ہمت جٹا پاتے ہیں ۔ مجھے مسرت ہے کہ سب کے جانے پہچانے طنز نگار نغمی صاحب فن کے اس لق و دق صحرا میں بے تکان برہنہ پا سفر کی ہمت رکھتے ہیں ۔

میری تمنا ہے کہ اُن کا یہ شعری سفر انہیں احساس و ادراک کی نئی منزلوں سے آشنا کرے ۔

پروفیسر مرتضیٰ علی شاد

ذہانت، فطانت، بذلہ سنجی اور انسان دوستی کا ایک مرکب تیار کیا جائے تو اُس سے جو پیکرِ خاکی عالمِ وجود میں آئے گا اس کا نام ہوگا گھر ومیاں ۔

بے حد شگفتہ مزاج اور "فقرہ پرست" بات میں بات پیدا کرنا جس کی فطرت ہے اور ہنسنا ہنسانا جس کا شعار ۔ اپنی اس افتادِ طبع کے زیرِ اثر شاعری شروع کی اور اس کا رُخ بھی ۔

پروفیسر عبدالقوی دسنوی

نغمی صاحب کو میں ایک مدت سے جانتا ہوں، وہ نہایت بلند و بالا قد

تندرست و توانا جسم، شگفتہ خدوخال، چمکتی آنکھوں اور روشن دماغ کے مالک ہیں۔ انہیں لحیم شحیم اور دراز قد دیکھ کر ممکن ہے بعض لوگ اُن سے ملنے سے کتراتے ہوں یا دُور ہی سے سلام و پیام کو اُن کے لیے روا رکھتے ہوں لیکن جن لوگوں کا اُن سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، وہ جانتے ہیں کہ وہ نرم دل، نرم گفتگو کے ساتھ ساتھ بڑی دلنواز شخصیت رکھتے ہیں۔ پُرلطف باتیں کرتے ہیں، صاف گوئی سے کام لیتے ہیں۔ عام انسان سے ہمدردی بھی رکھتے ہیں اور خدمت بھی کرتے ہیں۔ یہی اُن کا محبوب مشغلہ ہے جس پر وہ مدتوں سے قائم ہیں۔

لیکن یہ خصوصیات اُن کی شخصیت کی ہیں۔ اُن کی شاعری اپنی الگ پہچان رکھتی ہے، جس نے ان کی محبوبیت اور مقبولیت میں اضافہ کیا ہے۔ اس میدان میں انہوں نے طنز و مزاح کے پُرکشش چمن آراستہ کیے ہیں، جس میں رنگ برنگ طنز و مزاح کے گُل کھلائے ہیں اور کھلاتے رہتے ہیں، جو دماغ کو اپنی خوشبو سے معطر کرتے ہیں اور دل کو نوکِ خار سے مضطرب بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت بھوپال اُردو ادب کا بڑا مرکز ہے جہاں خاص طور سے شعر و شاعری کا نہایت پاکیزہ اور معیاری چلن ہے جس سے یہ شہر خوبصورت دبستاں بن گیا ہے اور دبستاں کا درجہ بھی پا گیا ہے، جہاں جی۔ ایم۔ نغمیؔ اپنے منفرد فکر و خیال سمیٹے ہوئے نغمہ خوانی بھی کرتے رہتے ہیں، گل فشانی بھی، لیکن یہ گل فشانی اُن کے منفرد لہجے کی ترجمانی اور نغمہ خوانی اُن کے رنگ و آہنگ کی پہچان ہے۔ میری خواہش ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ اُنکے دبستاں کے یہ گل و خار جو ابھی بھوپال اور اطراف بھوپال کو متوجہ کر سکے ہیں۔ مجموعہ کی صورت میں آکر دنیائے ادب کو اپنے گل بوٹوں سے باخبر کر سکیں اور معترف بنا سکیں۔

نہ تو خود معاف کرتے ہیں اور نہ اپنے ساتھیوں کو ___ نغمیؔ نے اُن لوگوں کو خاص طور سے نشانہ بنایا ہے جو سرمایہ دارانہ ذہن اور آمرانہ مزاج پر مصنوعی ترقی پسندی کا نقاب ڈالے رکھتے ہیں ___ نغمیؔ کی شاعری اور زندگی میں

انتہا پسندی کم توازن اور اعتدال زیادہ ہے۔ اُن کے خلوص، اُن کی رواداری نے
ہر طبقہ اور حلقہ میں اُن کو مقبول بنایا ہے اور افہام و تفہیم کی راہیں ہموار کی ہیں۔

ڈاکٹر اخلاق اثر

بھوپال میں شاعری کے ہزار رنگ ہیں، ان تمام رنگوں میں جی۔ ایم۔ نغمی کا اپنا
منفرد اور مخصوص رنگ ہے جس میں کوئی ان کا مدِّمقابل نہیں۔ زندگی کی ناہمواریاں
اور ناانصافیاں اُن کی شاعری کے محبوب موضوعات ہیں جن کے شاعرانہ اظہار
سے نغمی کی شاعری معتبر و محترم مقام بناتی ہے۔
جی۔ ایم۔ نغمی کی صاف گوئی اور حق پرستی سے سب ہی واقف ہیں۔ قابلِ
توجہ بات یہ ہے کہ دوسروں کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ ہنستے ہنستے سماج
کے بوسیدہ جسم کے سڑے گلے ناسوروں کی جراحی کی طرف موڑ دیا۔ نغمی تخلص کرتے
ہیں لیکن نہ اُن کی شاعری میں نغمگی ہے نہ زندگی میں۔ کیونکہ حقیقت تلخ ہوتی ہے
اور اظہارِ حقیقت تلخ ترین!۔
گھر و میاں قطعات لکھتے ہیں اور اپنی سیدھی سادی زبان میں وہ سب
کہہ جاتے ہیں جس کا وقت اُن سے تقاضا کرتا ہے۔ عام زندگی میں رونما ہونے
والے حادثات و واقعات اُن کے قطعات کی اساس ہیں۔ اس طرح اُن کا کلام
"خبرِ منظوم" کا درجہ رکھتا ہے۔ اُن کی زبان اور لب و لہجہ تصنّع اور فنّی پُرکاری سے
عاری ہے اور یہی ان کی شناخت ہے۔
جبر و استحصال کی کڑی دو پہر میں، ریگزارِ حیات کے سلگتے ہوئے جادۂ
پُر رواں دواں ایک قافلۂ بے نام میں شامل عام انسان کے دُکھ درد اور مسائل کی
محض عکاسی ہی نہیں کرتے بلکہ اپنی نیشِ قلم سے اُن محرکات کی بیخ کُنی بھی کرتے ہیں
جو طبقاتی کشمکش کی بنیاد ہیں۔ اُن کا علم کسی درسگاہ یا یونیورسٹی کا مرہونِ منّت
نہیں۔ لیکن قدرت نے انہیں اتنا فہم ذکاوت اور بینائی فکر عطا فرمائی ہے جو
ڈگریوں کے بوجھ تلے دبے بیشتر لوگوں کو نصیب نہیں!۔

مہیش دت مصرا

جی ۔ایم ۔نغمیؔ کے لحیم شحیم بدن میں شعلے ہی شعلے دہک رہے ہیں ،اُن کا بس چلے تو اجارہ داری ،لوٹ کھسوٹ اور سرمایہ دار طاقتوں کے سیاہ کارناموں پر تعمیر کیے گئے رنگ محل جلاکر خاک کردیں۔ اُن طاقتوں کو پیس ڈالیں جو عوام کی محنت ، مشقت کا استحصال کررہی ہیں ۔ اُن کی غیرت وحمیت کو کچل رہی ہیں اوران احساسات وعزائم کا پتہ اُن کی شاعری کو بغور سننے کے بعد ہی ہوجاتا ہے۔

چار مصرعوں میں نغمیؔ صاحب ہماری زندگی سے متعلق کسی نہ کسی مسئلہ پر ایسی بھرپور گہری چوٹ کرجاتے ہیں جسے کسی دوسرے کے لیے ۔بڑی نظم میں کہنا بھی دشوار نظر آتا ہے ۔

قیصر محمود

بھوپال کے شعراء میں اگر فعال شخصیت کسی کی ہے تو وہ گھرّو میاں کی ہے وہ ایک ذہین انسان ہیں اور اُنھوں نے باکمالوں کی صحبت سے جوکسب کمال کیا ہے وہ مشکل ہی سے نصیب ہوتا ہے ۔وہ ایک عرصہ سے بامقصد شاعری کررہے ہیں اور اپنے سامعین کو ہنساکر ایسے پتے کی بات کہہ جاتے ہیں جو سوچنے پر مجبور کرتی ہے ،ان کی شاعری کا ہدف سماج کی ناہمواریاں اور حکومت کی غلط کاریاں ہوتی ہیں جنہیں وہ اپنے منفرد اور بے باک لب ولہجہ کے ذریعے نہایت مؤثر طریقے سے اُجاگر کرتے ہیں ۔ یہ سماجی اصلاح کا عنصر اُن کی شاعری میں اکبرؔ الٰہ آبادی کی یاد دلاتا ہے ۔

عبدالاحد خاں تخلص بھوپالی

طنز کی ایسی باریک کاٹ خدا کی پناہ ،کیسی کیسی سنگلاخ چٹانیں اور پہاڑ اس فرہاد نے کاٹ کر ”میٹھا پانی“ نکالا ہے۔

اس حیثیت سے خالی جناب گھرو میاں جی۔ایم ۔نغمیؔ میرے جانشین ہیں۔

پنڈت چتر نارائن مالویہ

شری جی۔ ایم نغمی سے میرے گزشتہ ۳۰ سالوں سے تعلقات ہیں، وہ دن بہ دن گہرے سے گہرے ہوتے گئے اور اب ان کی حیثیت میرے خاندان کے انتہائی پُراعتماد قریبی فرد کی سی ہے۔

میں نے نغمی صاحب کو نہ صرف مخلص عوام دوست انسان پایا بلکہ انسانیت پر پکا یقین رکھنے والے وسیع المشرب فرد کے روپ میں دیکھا۔

بھوپال میں جب عالمی "تنظیم امن" (وشو شانتی اندولن) کی بنیاد پڑی تو نغمی صاحب نے اپنا نہ صرف بہترین کمرہ اس کے دفتر کے لیے فراہم کیا بلکہ عملہ کے اراکین کے لیے بہتری سہولیات بھی فراہم کیں۔

جی۔ ایم نغمی ادب نواز اور تپے ہوئے، آزمائے ہوئے ساتھی ہیں ـــ جو محنت کشوں، پچھڑے ہوؤں اور استحصال کا شکار عوام کی خدمت کے لیے ہر پل مستعد اور کمربستہ ملتے ہیں، وہ ایک مثالی سماج وادی ہیں۔

ممنون حسن خاں

نغمی کے قطعات بڑے چونکا دینے والے ہوتے ہیں اور اصلاح کا کام کرتے ہیں کیونکہ شاعری جتنی انفرادی ہے اتنی ہی اجتماعی بھی ہے۔ شاعر اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے جو بھی وسیلہ اختیار کرتا ہے اس کا ذاتی وسیلہ نہیں رہتا بلکہ اجتماعی وسیلہ بن جاتا ہے۔ اس لیے ہمارے دوست اپنی شاعری کے ذریعے اصلاح کا بڑا کام کر رہے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ ہماری زبان اور ہماری تہذیب کی پوری نمائندگی فرمائیں گے اور اُردو کی خوشبو کو دور دور تک پہنچائیں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ اُردو کس قدر مشک بار گلدستہ ہے جس میں گلاب بھی ہے یاسمن بھی ہے، نرگس بھی ہے، نسترن بھی ہے اور سوسن بھی، اور یہ زبان ہماری سیکولر سوسائٹی کی بنیاد ہے۔

اشتیاق عارف

کسی مدقوق، بدشکل، فالج زدہ، کوڑھی کے رو بہ رو اچانک شیشہ رکھ دیا جائے تب اس پر کیا بیتے گی، کیسا منظر ہوگا؟ ذرا ـــ چشمِ تصور سے دیکھئے اور سوچئے کچھ یہی حال احوال نغمیؔ کی شاعری کا ہے۔ وہ اس کوڑھی سماج کے رو بہ رو اپنی شاعری کا صاف و شفاف شیشہ لیے چٹان کی طرح ڈٹا ہوا ہے جس کے نتیجہ میں؟

شریف الرحمٰن خاں

بھوپال میں ظرافت کو نکھارنے اپنے عروج پر پہنچانے میں نغمیؔ صاحب کی جو دین ہے وہ قابلِ ستائش اور ہم لوگوں کے لیے سر اُٹھا کر چلنے کی بات ہے۔ اس لیے بھی کہ ہمارا بھوپال ایسے دانشور پیدا کرتا رہا ہے جو اس خطّۂ زمین کو ملک گیر پیمانے پر شہرت بخشتے رہے ہیں، اس کا اعتراف بڑے بڑے شاعروں اور فن کاروں نے کیا ہے۔

ایم۔ رفیقؔ

شعر و شاعری کی وادئ خارزار میں جی۔ ایم۔ نغمیؔ کی مثال سیزر رومی کی سی ہے جو کہتا تھا میں آیا"، میں نے دیکھا اور میں چھا گیا۔"

مختصر عرصے میں نغمیؔ کو جو محبّت اور منزلت نصیب ہوئی ہے، دوسرے بہت سے اس کے عشرِ عشیر کو ترستے رہے۔

لوٹ کھسوٹ، استحصال، اجارہ داری، بھوک پیاس، قحط و فاقہ کی باتیں کوئی اُن سے سُنے! لگتا ہے نغمیؔ کی آنکھ نے دیکھا، کانوں نے سُنا، ہاتھوں نے اُنگلیاں جلائیں۔ اصل بات تو اُن کے احساس و مشاہدے کی ہے جو سینۂ سوزاں اور دیدۂ حیراں کا مال ہے۔

ایک عمر کی دشت پیمائی اور آبلہ پائی کے بغیر یہ ممکن نہیں، اُن کی شاعری بھی اُنہیں لوگوں کے لیے ہے جن کے یہاں کوئی خاکسترِ گرم باقی ہے یا جواب

بھی آسمان کا ہدف بنے ہوئے ہیں۔ اُن کے لیے نہیں جو اپنی عشرت گاہوں، امپورٹڈ کاروں سے نہیں نکلے، جنہوں نے کبھی شیشے ٹوٹتے اور آیئنے ہاتھوں سے چھوٹتے نہیں دیکھے۔

بھائی رتن کمار

شری جی۔ایم۔نغمی بھوپال کی اُن ہستیوں میں سے ہیں جو یہاں کی عوامی تحریکات میں ہمیشہ اگلی صفوں میں رہے۔ اپنی شاعری اور تیکھے طنز سے نغمی ہمیشہ عوامی مسائل کی ترجمانی کرتے رہے، شعر و ادب اور بھوپال کی ادبی تحریکات کو بھی ان سے توانائی ملتی رہی۔

عزیز قریشی

جاں نثار اختر، ساحر لدھیانوی، کیفی اعظمی، نیاز حیدر، جگر مراد آبادی جوش ملیح آبادی اور فراق جیسے دانشوران کی صحبت سے فیض حاصل کرنے والے نغمی صاحب کی شاعری میں زندگی کی ہوبہو منظر کشی، عوام کے مسائل اور سماج کی بے حسی کا نوحہ دلوں کی دھڑکن بڑھاتا اور دماغ کو بہت کچھ سوچنے پر آمادہ کرتا ہے۔

این۔ورما (دیش بندھو رائے پور)

مائیکوسکی اور نغمی کو ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا پاتا ہوں۔

ظفر صہبائی

جی۔ایم۔نغمی صاحب ہمیشہ سے بامقصد زندگی گزارنے کے عادی ہیں۔ سیاست میں ان کا داخلہ عوامی خدمت اور استحصالی قوتوں کی بیخ کنی کے جذبے سے ہوا اور کوچۂ شعر میں بھی اُن کی سرگردانی اسی سبب سے ہے یعنی نغمی اور شاعری ایک ہی سکّے کے دو رُخ ہیں، اس اکائی کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اُن کا سخنِ بیباک برسرِ بزم بھی گونجتا ہے اور کاغذ پر بھی پوری شدّت کے ساتھ نمایاں ہے۔ ان کے کج مج الفاظ اور ٹیڑھا ترچھا اسلوب ان کی حقیقی

شناخت ہے۔ فن کی چھری سے اس کی کاٹ چھانٹ میرے نزدیک غیر مناسب ہے کیونکہ بناوٹ کی ہلکی سی تہہ بھی جوہر اصلی کی چمک کو ماند کردے گی۔ نغمی صاحب کی آہ اور واہ دونوں ہی اپنے حقیقی پیرہن میں زندگی سے بھرپور دکھائی دیتی ہیں

فن کے مقابلے میں ہے مقصد مجھے عزیز
اس میں کسی کا فیصلہ درکار بھی نہیں

سیّد شمس الدین احمد شمیمؔ

ادب میں طنز ایک ایسی صراط ہے جس سے پھوہڑ، سفلہ، کم ظرف قلم کار گزر ہی نہیں سکتا۔

تجربات کے شعلے مشاہدات کی بھٹی اور ضمیر کی کسوٹی طنز کو نکھار سنوار کر قبولِ عام کی سند بخشتی ہے۔ جی۔ ایم۔ نغمیؔ اس صراط سے گزرنے کا ہنر بخوبی جان گئے ہیں، جبھی تو انہیں عوام کے منظورِ نظر اور چہیتے فن کار کا اعزاز حاصل ہے۔

پروفیسر حامدؔ جعفری

حضرت جی۔ ایم۔ نغمیؔ ہمارے سماج کے اُن گنے چُنے افراد میں ہیں جنہوں نے اپنے حسنِ اخلاق اور طباعی سے ایک خاص مقام حاصل کیا۔ میں نے ہمیشہ انہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ان کی شخصیت و شاعری کا مداح رہا ہوں۔

محفوظ منظرؔ بہارتی

ادب کی اصناف میں طنز و مزاح کی بہت اہمیت ہے، اس کی ضرورت سب کے لیے ہے مگر اس کی حس سب کے لیے نہیں ہے اور نہ سب اس صنف سے کام لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں فنکار تو بہت ہیں جس میں ناقد، افسانہ نگار، شاعر بے شمار ہیں لیکن طنز و

مزاح نگاروں کی تعداد اُنگلیوں پر گنوائی جا سکتی ہے۔

یہ تعداد ہر زمانے میں کم رہی ہے۔ طنز کو جن جن فن کاروں نے بامقصد طور پر اپنایا ہے اُن کی تعداد تو بہت ہی کم ہے۔ اُن ہی میں جی۔ ایم۔ نغمی کا نام بھی آتا ہے۔ موصوف ترقی پسندی کے قائل ہیں۔ آپ نے ادب کی تمام اصناف میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے شعروادب کا انتخاب کیا ہے اور اس پر یکسوئی، اعتماد اور استقلال کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔

ادب میں بے ادبی، سیاست میں ذلالت، ذہانت کے زعم میں حماقت، ذہنی کجروی، خود فریبی، منافقت، ان سب کی رونمائی کے لیے طنز آمیز فقرے، نپے تُلے الفاظ، دل و دماغ کو جھنجھنانے والا تاثر نغمی کی شاعری کو منفرد بناتا ہے۔

اقبال مسعود

نہ جانے کب اور کیسے جی۔ ایم۔ نغمی نے اپنے مکان اور دکان کا نام "برٹی" رکھ لیا، ممکن ہے دورِ غلامی میں یہ ان کی خفتہ خواہشات کا اظہار ہو۔ مگر اب جبکہ کہا جاتا ہے کہ ملک میں ہماری اپنی جمہوریت ہے تو اس وقت اس لمحے بھی لبرٹی کا نام عوامی بے چینی، بے اطمینانی، بے مقصدیت اور لامعنویت کو ایک سمت، ایک جہت دکھانے کی کوشش کرتا نظر آتا ہے۔

جی۔ ایم۔ نغمی کو دیکھ کر اور اُن کی شاعری سُن کر لبرٹی کے قد و قامت اُس کی وسعت اور ہمہ گیری کا احساس ہوتا ہے اور اس بات پر یقین کرنے کو جی چاہتا ہے کہ واقعی لبرٹی ملے گی۔ ہمیں نصیب نہ ہو ہماری آنے والی نسلیں ضرور مستفید ہوں گی۔

گھنشیام تومر

اَن گنت اخبار نکالے، مڑے گلے جاگیرداری و شخصی نظام کو دفن کیا دانشوروں، باکمالوں کو سینے سے لگایا، مظلوموں کے حق کے لیے آواز بلند کی اور جب شاعری کا سودا سمایا تو ظالموں، جابروں کی نیندیں حرام کر دیں ___

فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیے ملک کے استحکام کے لیے نغمی صاحب کی شاعری بلاشبہ اندھیری رات میں روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔

وفا صدیقی

نغمی صاحب کے قطعات مسائل کی منہ بولتی تصویر اور فن کا مرقع ہوتے ہیں

اشفاق مشہدی

کبھی کبھی سوچتا ہوں تاریخ نے حق گو کو کبھی صلیب، کبھی زہر کا پیالہ، کبھی ریوالور کی گولیاں عطا کی ہیں۔ پھر جی۔ ایم۔ نغمی حق گوئی کے جرم میں اب تک کیوں کر بچے ہوئے ہیں؟

عبدالشکور ایڈوکیٹ

طنز کے تیروں اور مزاح کے نشتروں سے سڑے گلے سماج کے پھوڑوں کی جراحی کوئی معمولی آدمی نہیں کر سکتا۔ نغمی صاحب نے جو راہ منتخب کی ہے وہ کوئی جی دار لڑاکا تپا ہوا سالار ہی کر سکتا ہے۔

اسداللہ خاں

جی۔ ایم۔ نغمی پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ وہ ایک بے باک عوامی شاعر ہیں۔ انہوں نے اردو کے طنزیہ ادب میں اپنا مقام خود بنایا ہے جو اُن کے قد و قامت ہی کی طرح بلند و بالا ہے۔ ان کو دیکھ کر مجھے اکثر اقبال کا یہ قطعہ یاد آتا ہے ؎

اقبال نے کل اہلِ خیاباں کو سنایا
یہ شعرِ نشاط آور و پُر سوز طرب ناک
میں صورتِ گل دستِ صبا کا نہیں محتاج
کرتا ہے مرا جوشِ جنوں میری قبا چاک

آفتاب علی خاں (حاجی میاں)

عمیق مطالعہ، گہرے مشاہدے اور بے پناہ ظرف کے ساتھ ہی طنز و مزاح کے خارزار جنگل میں اترا جا سکتا ہے۔ جی۔ ایم۔ نغمی بڑے حوصلے دبدبے اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ اس خارزار میں اپنی فتوحات کے پرچم بلند کر رہے ہیں۔

بابو لال گور

سورج کی روشنی، ہوا کا جھونکا، پھول کی مہک جس طرح کسی آدمی کی میراث جائداد نہیں ہوتی اسی طرح کسی فن کار کا فن صرف اُس کا اکیلے کا نہیں ہوتا۔ کئی باتوں کے اختلاف کے باوجود میں نے جی۔ ایم۔ نغمی صاحب کی شاعری میں ہمارے سماج، ہمارے عوام ہمارے مسائل کی صحیح صحیح ترجمانی پائی ہے، اس میں ہندوستان کا دل دھڑکتا ہوا محسوس کیا ہے۔

مقصود اصغر

ہوش سنبھالنے سے اب تک نحیفوں، بزرگوں، دوستوں، دانشوروں کے لیے نغمی صاحب کو سرچشمۂ رحمت پایا ہے۔

عابد اختر

مَیں اس نغمی سے آپ کو ملانا چاہتا ہوں جس کو سماجی ڈھکوسلوں سے نفرت ہے، جو اندھی تقسیم اور نابرابری کا کٹر مخالف ہے، جس کا حدود اربعہ، رنگ و نسل، ذات، مذہب اور علاقائی حد بندیوں سے بہت آگے ہے۔

ویت نام کی جنگ ہو یا چلّی کا انقلاب، گولی گاندھی کو لگے یا لومبا کو۔ برطانیہ کا نسلی فساد ہو یا بھوپال کا ہندو مسلم جھگڑا، پولینڈ کے مزدوروں کے مسائل ہوں یا ہندوستان میں اشیائے صرف کا فقدان، نغمی کی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں، دماغ سوچتا رہتا ہے، قلم لکھتا رہتا ہے۔

ایک ایسا تخلیقی عمل جو نہ افسانوی ہے نہ جنسیت زدہ جس میں ہجو کی بیہودگی یا قصیدے کا خوشامدانہ انداز نہیں ہوتا بلکہ زہریلے ماحول کے عمل کا ردِّ عمل ہوتا ہے وہ بھی نہایت بیباکانہ اور تلخ انداز میں۔

خالد غنی

جی۔ایم۔نعمی بھوپال کی وہ واحد شخصیت ہیں جن سے عام بھوپالی ہی نہیں بلکہ وہ لوگ بھی جن کو اُن سے سیاسی، ادبی یا دوسرا نظریاتی اختلاف ہے، نہ صرف محبّت کرتے ہیں بلکہ اُنہیں اپنا دوست بنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔نعمی صاحب پچاس سال سے ادب کی ہی نہیں بلکہ بھوپالیوں کی اُسی طرح خدمت کر رہے ہیں جیسے صحرا میں سایہ دار درخت اپنے اوپر دھوپ جھیل کر اپنے مہمان کی خدمت کرتا ہے اور بھوپالی بھی اُن سے اتنی ہی محبّت کرتے ہیں جتنی بڑے تالاب سے، نعمی صاحب کی دکان ابراہیم پورہ کے لیے روشن مینار بھی تھی اور سرچ لائٹ بھی، جب تک یہ دکان کھلی رہتی تھی، ابراہیم پورہ منوّر رہتا تھا۔

آہ کو واہ میں سموتا ہوں
دوسروں کو ہنسا کے روتا ہوں

دلاور فگار

○
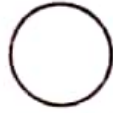
حسینوں پر نگاہِ کارگر کچھ اور ہوتی ہے
جو گھر والی پہ پڑتی ہے نظر کچھ اور ہوتی ہے

شکر قندی سے بنتی ہے نہ یہ گنے سے بنتی ہے
دلالوں مل کی دکّاں پر شکر کچھ اور ہوتی ہے

دبا پایا نہ کوئی آج تک بھوکوں کو طاقت سے
تشدّد ہو تو پھر تابِ جگر کچھ اور ہوتی ہے

یہ دنیا ہے یہاں سب اپنی اپنی راہ چلتے ہیں
مگر شاعر کی دھج' اُس کی ڈگر کچھ اور ہوتی ہے

ابھی تو ہند پر سرمائے کے گھنگھور بادل ہیں
سحر کہتے ہیں جس کو وہ سحر کچھ اور ہوتی ہے

نبھاتا ہے سبھی سے حکمراں ٹولہ مگر نغمیؔ
خوشامد کرنے والوں پر نظر کچھ اور ہوتی ہے

○

"دلِ نادان" کے پیچھے پڑے ہیں
ذرا سی جان کے پیچھے پڑے ہیں

گناہوں کا پلندہ سر پہ رکھ کر
یہ سب شیطان کے پیچھے پڑے ہیں

زمانے بھر کے کافر ایک ہو کر
مرے ایمان کے پیچھے پڑے ہیں

ہمارے شیخ جی ہوں یا کہ واعظ
یہ سب شیطان کے پیچھے پڑے ہیں

محبت رنگ لے آئی یقیناً
وہ میری جان کے پیچھے پڑے ہیں

اجازت جن کو گھسنے کی نہیں ہے
وہ سب دربان کے پیچھے پڑے ہیں

وہ میری کوٹھری پر کر کے قبضہ
بڑے دالان کے پیچھے پڑے ہیں

وہ چاؤ ہوں کہ نکسن یا کہ برلا
یہ ہندوستان کے پیچھے پڑے ہیں

زمیں قدموں میں ہے جن کے ابھی تک
وہ بھومی دان کے پیچھے پڑے ہیں

گلوں کو منتشر کر کے وہ منغمیٰ
لواب گلدان کے پیچھے پڑے ہیں

○

بس دور ہی سے اُن کی زیارت ہے آج کل
کمزوریوں کا نام شرافت ہے آج کل

کچھ ایسا اپنا طرزِ حکومت ہے آج کل
انگریز سے بھی ہم کو ندامت ہے آج کل

ہم کہہ رہے ہیں بھوک سے حالت نڈھال ہے
وہ کہہ رہے ہیں عام شکایت ہے آج کل

اُلجھا رہے ہیں اپنے موکّل کو ہر طرح
پیسے گھسیٹنے کی وکالت ہے آج کل

یہ ہاتھ کی صفائیاں، یہ رشوتوں کے زور
یعنی یہ ملک زیرِ حجامت ہے آج کل

طنز و مزاح کے لیے میدان صاف ہے
نغمیؔ کے ہاتھ ہی میں قیادت ہے آج کل

○

شوق سے آپ رہیں شیخ علالوں کی طرح
ہم تو اس شہر میں رہتے ہیں اُجالوں کی طرح

اُن کے گھر روز منوّر ہیں شوالوں کی طرح
ہم دوالی بھی مناتے ہیں دوالوں کی طرح

آزمائش کی مری جان لمٹ بھی ہے کوئی
پیس ڈالا ہے ہمیں آپ نے دالوں کی طرح

کس طرف جاؤں اگر ترکِ سکونت کر لوں
کتنے چہرے نظر آتے ہیں دلالوں کی طرح

ترکِ الفت کا سجیشن نہ دیا کر ناصح
تیری ہر بات مجھے لگتی ہے بھالوں کی طرح

غیر سے کتنا بھی وہ میل ملالیں نغمی
ہم بھی تو سر پہ ڈٹے رہتے ہیں ڈھالوں کی طرح

رقیب کے لیے وہسکی منگائی جاتی ہے
ہمارے ہونٹوں کو دیسی چکھائی جاتی ہے

کچھ اس طرح سے بھی ہمت بڑھائی جاتی ہے
گھڑی کی سوئی بھی اُلٹی گھمائی جاتی ہے

ذرا سی بات بھی کتنی بڑھائی جاتی ہے
کہ "واجپائی" میں یہ بات پائی جاتی ہے

تمام رات تو ناکامیوں میں بیت گئی
سحر کے وقت اب ایڑی لگائی جاتی ہے

تمہاری روز کی چالاکیوں سے باز آئے
کہیں ہتھیلی پہ سرسوں جمائی جاتی ہے

اُنھیں سے کہتے ہو دل بھی نہ وہ ملول کریں
وہ جن کے خون سے محفل جمائی جاتی ہے

کسی دِوانے نے ماری تھی گولی باپو کو
یہ بات کورس میں ہم کو پڑھائی جاتی ہے

یہ سنتے سنتے تو سینتیس سال بیت گئے
اب آئی جاتی ہے منزل اب آئی جاتی ہے

ہمارے شوق کا عالم تو دیکھئے نغمیؔ
کہ ان کی بزم میں بھی نیند آئی جاتی ہے

○

کل تلک تھا جو سراپا سرخوشی میرے لیے
آج وہ دل ہے وبالِ زندگی میرے لیے

عاشق و معشوق کو پابندِ سرحد کر دیا
جونا گڑھ اُن کے لیے پانڈیچری میرے لیے

آنکھوں دیکھا حال مجھ کو شیخ جی بتلا گئے
خلد میں رکھا ہوا ہے دودھ گھی میرے لیے

میں نے جن ہاتھوں کو مہندی سے رچایا تھا کبھی
اب اُنھیں ہاتھوں میں رہتی ہے چُھری میرے لیے

گرمیوں میں شوق سے تم پچمڑھی جا کر رہو
بھد بھدے کی کھول دو بارہ دری میرے لیے

آپ ایم ایل اے ہیں اتنا تو کرم فرمائیے
اپنے کوٹے میں سے لے دیں پھٹ پھٹی میرے لیے

بھوپال کا ایک تفریحی مقام

یہ ہیں ہمارے خاص طرف دار دیکھنا
پینے میں کھ رہے ہیں کہ مقدار دیکھنا

غزلیں مری نہ جائیں گی بیکار دیکھنا
اب آگیا ہے اُن کو بھی اخبار دیکھنا

اپنا تو بن چکا ہے یہ معیار دیکھنا
جب دیکھنا فلیگ لگی کار دیکھنا

سی آئی اے سے ہو ہی گئی میری سانٹھ گانٹھ
اب چند ہی دنوں میں نئی کار دیکھنا

پہلے لڑا تو چھوڑ دیا دوست جان کر
اب کے لڑا تو پھر مرا ہتھیار دیکھنا

مجھ کو بھی کانگریس کا ممبر بنائیے
پھر میرا مارکٹ مرا بیوپار دیکھنا

کس طرح پیچھا چھوٹے پریشانیوں میں ہیں
بھٹو میاں پھنسے ہوئے افغانیوں میں ہیں

دن رات پی رہے ہیں جو دو چار بوتلیں
پوچھی جو خیریت تو پریشانیوں میں ہیں

اِک لونڈیا نے سب کے ہی چھکّے چھُڑا دیئے
ڈینگیں لگا رہے تھے بڑے پانیوں میں ہیں

شاعر وہ ہیں جو لکھتے رہیں زندگی کی بات
اُن کے علاوہ جتنے ہیں بندھانیوں میں ہیں

کچھ لوگ شارٹ کٹ سے کنارے پہ جا لگے
اپنی تو کشتیاں ابھی طغیانیوں میں ہیں

ہاتھوں میں جن کے چاند رہا کرتا تھا وہ آج
اختر سعید خاں کی نگہبانیوں میں ہیں
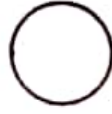
وہی ہم ہیں جو کہتے تھے نہ یہ دردِ جگر جائے
وہی ہم ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ دردِ کمر جائے

اُسی کو کہتے ہیں لیڈر یہی لیڈر کی ڈگری ہے
ابھی وعدہ کرے تم سے ابھی تم سے مُکر جائے

منسٹر مجھ کو بنوادو ہمیشہ میں یہ سوچوں گا
خزانہ چاہے خالی ہو مرا گھر پورا بھر جائے

ہمارے کانسٹی ٹیوشن میں سب کو یہ رعایت ہے
جسے جینا ہو جی اُٹھے، جسے مرنا ہو مر جائے

گھماتا ہوں میں اس اُمید پر بمبا پلانوں کا
کسی دن ہو یہ چالو اور مری مٹلیا[1] بھی بھر جائے

میں کب سے منتظر بیٹھا ہوں میخانے کی چوکھٹ پر
کہ آئے اور فری میں کوئی میرا جام بھر جائے

---

[1] چھوٹی مٹکی

○

کون سا گھر ہے کہ جس میں ذکرِ مہنگائی نہ ہو
کس کی بیوی ہے جو شادی کر کے پچھتائی نہ ہو

غلّے کی تقسیم ہو سکتی نہیں ہے ڈھنگ سے
ملک میں جب تک ہمارے کوئی قدوائی نہ ہو

دفتروں میں ایسے بُدھو کم ملیں گے دوستو
رشوتوں کی جیب میں جن کے رقم آئی نہ ہو

متحد ہو کر اگر ہم ان کی گردن ناپ دیں
دودھ میں پھر غیر ممکن ہے کہ بالائی نہ ہو

ہلکے پھلکے شعر ہیں میری زباں بھی ہے سَرل
لیکن ایسا بھی نہیں ہرگز کہ گہرائی نہ ہو

ایسا سسٹم چاہتے ہیں نغمی صاحب آج کل
جس میں انساں کی کسی در پہ جبیں سائی نہ ہو

○

کوئی یہ حوصلے دیکھے تو دل فگاروں کے
لگے ہیں تک میں کہ آجائیں دن بہاروں کے

محافظت میں ہیں سارے سٹور یئے ان کی
یہ رنگ بھی تو ذرا دیکھ تھانیداروں کے

وزیر کیا ہوئے پیروں سے ہو گئے بیکار
کبھی دکھائی نہ دیں گے بغیر کاروں کے

یہاں زمیں میں سمادھی جمائے بیٹھے ہیں
وہاں پہ کان پکڑتے ہیں لوگ تاروں کے

ڈیفینس فنڈ کے لیے تھوک مارکٹ جو گئے
سبھی نے کھدیا پیٹے میں ہیں ہزاروں کے

زمانہ تیزی سے جاتا ہے بیل باٹم کو
منگا رہی ہیں وہ کپڑے نئے غراروں کے

عقابی کتب خانہ
ریختہ سپیشل
معمولی معاوضہ پر
ریختہ کی نایاب
کتب

مرار جی ہوں ، کہ گپتا ہوں ، یا مسانی ہوں
سسک سسک کے گزرتے ہیں دن بچاروں کے

یہ کون دھکّے کھلاتا ہے روز بس میں ہمیں
کہاں پہ دب گئے نمبر ہماری کاروں کے

جو کانگریس سے ڈسچارج ہو گئے نغمی
وہ آس پاس نظر آئیں گے مزاروں کے

○

وہ جن کے گرد گھوما کرتی ہیں سرگرمیاں اپنی
سُنانا چاہتے ہیں آج اُن کو داستاں اپنی

یہی ہے اشتراکیّت حکومت کی نگاہوں میں
کہ ٹیبل پر پلیٹیں اُن کی ہوں اور مُرغیاں اپنی

اُنھیں اردو سے نفرت ہے وہ میرا حال کیا سُنتے
سو میں نے اُن کے آگے کاٹ کر رکھدی زباں اپنی

نہیں موقوف اصلی گھی پہ بھائی ڈالڈا دے دو
رکھیں ہم سالنوں سے دُور کب تک روٹیاں اپنی

پھریں سڑکوں پہ اُلّو کی طرح پُرساں نہیں کوئی
مریں گے، تب کہیں جاکر کھُلیں گی خوبیاں اپنی

اُنھیں جب یہ خبر پہنچی کہ نغمیؔ ہو گئے شاعر
کفن سِلوالیا اور توڑ ڈالیں چوڑیاں اپنی

سب پھلیں پھولیں آرزو کیجے
صرف اپنی نہ جستجو کیجے

قول اور فعل میں ہے سب کے تضاد
شہر میں کس سے گفتگو کیجے

ایک سر اور ہزار دہلیزیں
بھینٹ کس کس کو آبرو کیجے

گھر ملے گا نہ سر چھپانے کو
آپ کتنی ہی جستجو کیجے

احمقوں کی بسائیے جنّت
"شیشہ پتھر کے روبرو کیجے"

ظالموں کی دبائیے گردن
بات اب اُن سے دُوبدو کیجے

○

چور تو کب کے ہو چکے بیکار
چوریاں کر رہے ہیں پہریدار

آگئی ہائے یہ کہاں کی بہار
سر پہ جوتا ہے پاؤں میں دستار

سٹّے بازی کو دیجئے وسعت
سرپرست آپ کا ہے تھانے دار

جن کو ٹھُٹّے بھی مل نہیں سکتے
دیدجی ان کو لکھ رہے ہیں اُنار

ہو وزیروں سے میرا بھی گٹھ جوڑ
میں بھی ہیڑوں گا اب کوئی اخبار

○

یہ بات کھُل کے ہراک شخص کو بتانا ہے
کہ اپنے ہاتھ سے تقدیر خود بنانا ہے

یہ دل ہے یا کسی رنڈی کا بالا خانہ ہے
ہزار غم ہیں مگر پھر بھی مسکرانا ہے

لُٹاؤ جس طرح چاہو عوام کی دولت
تمہارے ہاتھ میں سرکار کا خزانہ ہے

کھڑے ہوئے ہیں جو ساحل پہ رو رہا ہوں انھیں
مجھے تو بیچ بھنور میں بھی مسکرانا ہے

سکون گھر میں میسر نہ دوستوں پہ یقیں
کوئی بتائے کہاں اب مرا ٹھکانا ہے

قرار مل نہیں سکتا کسی کی باہوں میں
مجھے تو چاند کو آغوش میں سُلانا ہے

دودھ اور خون

آپ نے جو بنائی ہے بلڈنگ
آپ کے بچّے اس کے زینے ہیں

آپ جیسی ہی خصلتیں اُن کی
آپ ہی کی طرح کمینے ہیں!

میں بھی ہوں میرے بھی تو بچّے ہیں
میں نہیں کہتا وہ نگینے ہیں

دودھ اور خون کام کرتا ہے
ذہن ہیں پاک صاف سینے ہیں

زندگی کا گزُارنا فن ہے
اس کے آداب ہیں قرینے ہیں

کتنے ہی آسماں پہ اُڑتے ہیں
ڈوبے کتنوں کے ہی سفینے ہیں

مشورہ

برسرِ اقتدار جو آئے
اس کو مکھن لگاؤ پیار کرو

انقلابی روش کو ٹھکرا کر
اپنے پر بھی نہ اعتبار کرو

ٹھوکریں کھا کے بھی نہ تم سنبھلو
ایک لغزش ہی بار بار کرو

مُنہ پہ پنجے بہ ہی لگے اپنی
خود ہی شرماؤ شرمسار کرو

دوستی گانٹھ کر اندھیروں سے
صبح صادق کا انتظار کرو

چھوٹی پگڈنڈیوں پہ چلتے رہو
یہ مصیبت کا پُل نہ پار کرو

دودھ پی لو تو لگے پانی پیا ہو جیسے
چھالیہ کھاؤ تو املی کا چیا ہو جیسے

دفتروں میں ہے کچھ اس طرح سے رشوت کا رواج
رشوتیں لو یہی باپو نے کہا ہو جیسے

یہ مرا شہر ہے اس شہر کے چوراہے پر
بلب یوں جلتا ہے مٹی کا دیا ہو جیسے

ایسے لوگوں نے بھی پھٹکار لئے ہیں تمغے
جنگ آزادی میں کچھ ان کا گیا ہو جیسے

طنزیہ شاعری کرنے سے یہ محسوس ہوا
ننگی تلوار پہ دھڑ اپنا پڑا ہو جیسے

○

میں آپ کو بتاؤں کہاں دیر تک رہا
کرسی جہاں ملی میں وہاں دیر تک رہا

جائے گی کیسے جلد غلامی کی بُو جناب
انگریز بھی تو اپنے یہاں دیر تک رہا

کل اِک نئے وزیر کے گھر بھیڑ دیکھ کر
معشوق کی سڑک کا گماں دیر تک رہا

تقدیسِ کعبہ سے نہیں انکار شیخ جی
لیکن وہاں بھی ذکرِ بُتاں دیر تک رہا

جب یہ غزل لکھی تو مجھے فکر تھی بس ایک
ہر شعر بولتا ہو کہ خاں دیر تک رہا

اندر آ کریں گی ختم یہ فرقہ پرستیاں
یہ وہم، یہ خلل، یہ گماں دیر تک رہا

اُس نے کیا ہے گھرّو میاں ادھ مرا مجھے
لیکن ابھی بھی لگتا ہے وہ دلربا مجھے

نس بندیوں نے دونوں کی نپٹا دیا مجھے
اب کیسے مل سکے گا خدا کا دیا مجھے

آئی شبِ برات اور آ کر چلی گئی
اب دے رہے ہیں آدھا کلو ڈالڈا مجھے

جمہوریت کے نام پہ کتنا فراڈ ہے
لو بے وفا بھی کہنے لگے باوفا مجھے

حالات ہوں تو شاہِ اودھ کو بھی مات دوں
کمزوریوں نے میری کیا پارسا مجھے

کتنے ہی ازم آئے مگر ٹِک نہیں سکے
لگتا ہے کمیونزم ہی بس دیرپا مجھے

○

اپنے لڑیں تو جیتنا بے کار بھی نہیں
لیکن یہ جیت آخری معیار بھی نہیں

یہ مت کہو کہ راہ میں اب خار بھی نہیں
کیا درمیان چین کی دیوار بھی نہیں

اُن سے ملوں تو کیسے ملوں اور کب ملوں
میرے لیے تو ہفتے میں اتوار بھی نہیں

فن کے مقابلے میں ہے مقصد مجھے عزیز
اس میں کسی کا فیصلہ درکار بھی نہیں

اب آپ ایکوریٹ کریں اپنی پالیسی
تسبیح گر نہیں ہے تو زنار بھی نہیں

نغمی وطن سے اپنے محبت ہے پہلی شرط
گر یہ نہیں تو کوئی ادھیکار بھی نہیں

○

نہ جوڑو بزم دو عالم کا سلسلہ مجھ سے
ہوئی ہے ایک ہی عالم کی ابتدا مجھ سے

یہ کس مقام پہ لے آئی گردشِ دوراں
حسین شہر کے کہنے لگے چچا مجھ سے

یہ نقلی چیزیں کھلاتا ہے روز کون مجھے
یہ کس نے چھین لیا میرا ذائقہ مجھ سے

مری زباں کو کوئی بھی مٹا نہیں سکتا
وہ پڑھ رہی ہیں اب اُردو کا قاعدہ مجھ سے

یہ اور بات ہے ہر وقت ٹال دیتا ہوں
پڑا نہیں ہے ابھی اُن کو واسطہ مجھ سے

○

مہربانی یہ مرے حال پہ فرمائی ہے
بارہ بچّوں کی کفالت مرے سر آئی ہے

لے کے پیغام طرب موجِ صبا آئی ہے
اپنے چہروں پہ مگر بجتا ہوا ڈھائی ہے

ہند تقسیم ہوا، پاک بھی ٹکڑوں میں بٹا
سب نے مل جُل کے پتنگ آپ ہی کٹوائی ہے

لوگ کہتے ہیں کہ دولت سے میں مغرور ہوا
کنّی کاٹے ہوئے رہنا مری دانائی ہے

○

اب رہیں گے نہ بیکسوں کے ساتھ
عیش لُوٹیں گے میکشوں کے ساتھ

نقلی مکھن توڑ ڈٹ کے بیچا ہے
بجری بیچیں گے اب چنوں کے ساتھ

جن کو دُنیا میں کچھ نہیں کرنا
اُن کو دفنائیے مروں کے ساتھ

خود دماغوں سے کچھ نہ سوچیں گے
چلتے رہنا ہے رہبروں کے ساتھ

ہے سفر اس لیے سٹی بس میں
کچھ گزر جائے مہوشوں کے ساتھ

نغمیؔ صاحب کی ڈپلومیسی ہے
رہبروں کے نہ رہزنوں کے ساتھ

عجب ڈھنگ سے ہے حکومت سنبھالی
کسی کا دوالہ کسی کی دِوالی

طبیعت میں رکھوں کہاں تک بحالی
ارے آپ نے ریزگی تک چھپالی

جو آئے تھے لے کے فقط لوٹا تھالی
لیے پھر رہے ہیں وہ موٹر نرالی

یہ پردھان پھرتے ہیں گلیوں میں تنہا
کہاں ہیں کہاں ان کے حالی موالی

ہوا دیکھ کر میں بھی چلتا ہوں نغمیؔ
گئے جونہی ارجن تو دوَرا کو "ڈالی"

○

پاؤں تلے اُن کے کار دیکھئے کب تک رہے
اپنا یوں تانگہ اُلار دیکھئے کب تک رہے

آپ سے میرا وقار دیکھئے کب تک رہے
اُلٹی یہ گنگا کی دھار دیکھئے کب تک رہے

تول میں بھی مارنا ، مول میں بھی مارنا
آپ کا یہ کاروبار دیکھئے کب تک رہے

دیکھئے کب تک رہے خوان میں اُنکے پُلاؤ
روٹی پر اپنی اچار دیکھئے کب تک رہے

○

ہمارے ساتھ چلو گے تو کچھ خطر بھی نہیں
کٹے جو ہم سے تو پھر کوئی ہمسفر بھی نہیں

میں کس کے در پہ کروں جا کے سجدۂ پُر شوق
کہ اس جبیں کے تناسب کا کوئی در بھی نہیں

دلائی لامہ تو ایسے وبالِ جان ہوئے
وہ کب سدھاریں گے ایسی کوئی خبر بھی نہیں

وہ انتخاب ہُوا ہے کہ سب کو حیرت ہے
یوں ایسے ویسوں کا اپنے یہاں گزر بھی نہیں

بیاہ کر اُنھیں لائیں تو کس کے بوتے پر
خدا کے فضل سے ٹوٹا ہوا سا گھر بھی نہیں

نہیں ہے جادوگری کوئی میرے شعروں میں
سُنا نہ جائے انھیں اتنے بے اثر بھی نہیں

○

شہر میں کون اپنا ثانی ہے
کس جگہ اپنی قدردانی ہے

اپنی پُنگی ہر اک بجاتا ہے
ضعفِ معدہ ہے ناتوانی ہے

جہدِ پیہم کی دین ہے صاحب
میرے شعروں میں جو روانی ہے

کوئی پودا پنپ نہیں پاتا
جانے کیسی یہ باغبانی ہے

رات دن ہو رہی ہے فاقہ کشی
گھر مصیبت کی راج دھانی ہے

رہنما کہہ رہے ہیں بھوکوں سے
تم میں ہر شخص راجہ رانی ہے

فرقہ وارانہ ہو رہے ہیں فساد
یہ تو انگریز کی نشانی ہے

ہند میں ہر جگہ ہے ہاہاکار
لوٹ چوری ہے بے ایمانی ہے

ہو گئے بوڑھے یہ نہیں معلوم
کیا لڑکپن ہے، کیا جوانی ہے

مستقل دشمنی میں بدلے گی
یہ جو آپس کی کھینچا تانی ہے

سارا کلچر ہی ہو گیا چوپٹ
جسم پر کس کے شیروانی ہے

گھر کی سیڑھی بھی چڑھ نہیں سکتے
ناتوانی سی ناتوانی ہے

سب کے چہرے تو ہو گئے مدقوق
اِن وزیروں کے منہ پہ پانی ہے

مکھیاں اُڑ رہی ہیں چہروں پر
گھر شکستہ ہے، چھت پُرانی ہے

ماں ہے بیمار خود کو ہارٹ اٹیک
یہ خوشی ہے، یہ شادمانی ہے

شاہ ایران نپٹ گئے کب کے
اب خمینی کی کھینچا تانی ہے

تمہاری بزم میں کوئی نہ اب غریب لگے
یہ بات دل کو ہمارے بڑی عجیب لگے

یہ سیل ٹیکس کا دفتر مجھے عجیب لگے
یہاں پہ ٹاٹا و برلا بڑے عجیب لگے

کہاں کا ذوقِ ادب اور کہاں کی آزادی
ہر ایک سوچ رہا ہے کہ وہ ادیب لگے

یہاں تو جہدِ مسلسل ہے اوّلین اصول
مجھے وہ شخص جو بیٹھا ہے بدنصیب لگے

جنون ہے کہ خرد کوئی مجھ کو بتلائے
کہ اُس کی زلف کا سایہ مجھے صلیب لگے

یہ دیت نام ہے سر کو جھکا کے نغمیؔ
ہر ایک شخص یہاں کا مجھے مجیب لگے

○

اپنی مشاعروں میں عجب آن بان ہے
دو چار غزلیں پڑھنا تو اب کسرِ شان ہے

جب سے وزیرِ صنعت و حرفت ہوا ہوں میں
میرا ضمیر میرا قلم بے زبان ہے

چھبیس[۲۶] جنوری کو بھی چیلنج دے دیا
یہ تو مخالفین کی پہلی اُڑان ہے

وہ ملتفت ہیں مجھ پہ تو حیرت ہے کس لیے
مجھ میں نہ ہو مگر مری پاکٹ میں جان ہے

غلہ ہے منڈیوں میں، شکر کارخانوں میں
سرکار کی دکان تو خالی دکان ہے

کچھ بھی نہیں ہوس کے سوا اب یہ دردِ عشق
میں ہی جوان ہوں نہ میاں تُو جوان ہے

قوالوں اور گویوں کو سب کو معاوضہ
قسمت میں شاعروں کی فقط چائے پان ہے

یارب مرے وطن میں الکشن ہوں رات دن
سب کہہ رہے ہیں اردو ہماری زبان ہے

طنز و مزاح میں نہ قدم رکھنا دوستو
نغمیؔ کا حال دیکھ لو مٹھی میں جان ہے

سبز کچھ خواب دکھا کر ہمیں پھانسا تو نہیں
زندگی آگے بڑھے گی کوئی جھانسا تو نہیں

لوگو! یہ شخص کوئی طرفہ تماشا تو نہیں
ہم سے کہتا ہے کہ اردو کوئی بھاشا تو نہیں

مل گیا سارے لفنگوں کو سماجی رُتبہ
منہ پہ بھارت کے یہ بھرپور طمانچہ تو نہیں

شوق سے آپ وزارت کی سنبھالیں کرسی
ہاتھ پاؤں میں کمر میں کہیں رعشہ تو نہیں

شیخ کہتا ہے کہ جنت میں ملیں گی حوریں
دل یہ کہتا ہے کہیں یہ بھی دلاسہ تو نہیں
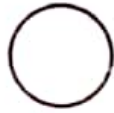
بات ذرا سی پوچھ رہا ہوں کوئی مجھے سمجھائے تو
کیا اُس کو بھی دوست ہی سمجھوں ظلم وہ مجھ پر ڈھائے تو

عین مصیبت میں وہ ہم پر خاص کرم فرمائے تو
سانوراں بیڑہ لے کر نکسن اپنے گھر تک آئے تو

شیخ تم اِس دنیا سے جا کر اب تک واپس آنہ سکے
ہم دھرتی پر رہنے والے چاند کی مٹی لائے تو

آپ جو میرے ساتھ نہیں تو کچھ بھی میرے پاس نہیں
تنہا تنہا گھوم رہا ہوں کوئی مجھے اپنائے تو

کچھ لوگوں کا کہنا ہے میں غزلیں لکھوا لیتا ہوں
ایسا کہنے والا کوئی میرے سامنے آئے تو

سیٹھی صاحب بیٹھ گئے ہیں سب سے اونچی کرسی پر
ان کے ساتھی سوچ رہے ہیں دال اگر گل جائے تو

طاقت ان میں کچھ بھی نہیں ہے شیر ہیں یہ تو کاغذ کے
ان کا کباڑہ دو دن میں ہے رات ذرا ڈھل جائے تو

کاشی کعبہ ہو آئے، سب راز چھپائے بیٹھے ہیں
مُلّا، پنڈت ٹک نہ سکیں گے اپنی زباں کھل جائے تو

لاکھوں چہرے سامنے آئے اپنی نظر ٹھہری نہ کہیں
لیکن یہ بھی سچ ہے نغمیؔ راہ میں ہم للچائے تو

○

خوش ہو رہے ہیں لوگوں کو نادار دیکھ کر
جو آئے ہیں نواب کا دربار دیکھ کر

پہلے ہنسی اڑاتے تھے ہم دار دیکھ کر
اب ہر قدم اُٹھاتے ہیں کلدار دیکھ کر

چل تو پڑے تھے زعم میں منزل کو پائیں گے
اب ڈر رہے ہیں راہ کو پُر خار دیکھ کر

پٹتا ہوا تو لگتا نہیں اُن سے بارگین
قیمت بڑھا رہے ہیں خریدار دیکھ کر

گر کچھ نہیں تو جیل کی کنڈی ہی کھٹکھٹائیں
حیرت زدہ ہوں لوگوں کو بے کار دیکھ کر

تیرے علاوہ کوئی بھی جچتا نہیں مجھے
آیا ہوں حسن کا بھری بازار دیکھ کر

○

مہنگائی کے لیے بھی نکلے نہیں گھروں سے
کیا ہو گیا ہے خالی بھوپال سر پھروں سے

اتنا تو کوئی پوچھے غدار ممبروں سے
لیتے ہیں رشوتیں کیوں بیچارے مہتروں سے

جب جب مصیبتوں نے جنتا کو آن گھیرا
نکلے کبھی بھی نیتا آرام دہ گھروں سے

قبروں کے پٹیے غائب، حد ہے کفن بھی غائب
روٹی چلا رہے ہیں مرتے ہوئے مڑوں سے

شہرت کی دُھن میں نعمیؔ کرتے رہو گے کیا کچھ
اب بینگیں بڑھ رہی ہیں فوٹو گرافروں سے

O

جو منتّے آپ کے چڑھ جائیں اُن کو جانِ من کہیے
نکل جائیں جو قبضہ سے انھیں اوروں کا دھن کہیے

حکومت جان کر نادار' ماہانہ اگر کچھ دے
اُسے علم و ادب کے سلسلے کی پینشن کہیے

کٹی ہے زندگی بھوپال ہی میں آپ کی لیکن
کبھی پوچھے کوئی تو لکھنؤ اپنا وطن کہیے

یہ دَل بدلُو جو چکّر کاٹتے رہتے ہیں دلّی کے
انھیں فخرِ وطن مت جانیے ننگِ وطن کہیے

جو مہمل اور بے مقصد کہیں نغمی کے شعروں کو
حسد کہیے اُسے دل کا طبیعت کی جلن کہیے

○

مفلس رہے تو گھر میں رہے بار کی طرح
پیسہ ہوا تو ہر جگہ سردار کی طرح

تم دور تھے تو لگتے تھے دلدار کی طرح
اب پاس ہو تو لگتے ہو بیمار کی طرح

بندھانیوں سے مجھ کو ملاؤ نہ دوستو
میرا طریقِ کار ہے معمار کی طرح

اتنی کُتر بُتر نہ کرو سوشل ازم میں
یہ چل رہا ہے سکّہ کلدار کی طرح

دشمن سے جان چھوٹی تو پیٹا رہے ہیں دوست
جو مل رہے ہیں' ملتے ہیں مکّار کی طرح

ظاہر بھی اس کا ایک ہے باطن بھی اسکا ایک
نغمیؔ کی زندگی تو ہے اخبار کی طرح

تمام چوروں لفنگوں کا یار غار ہوں میں
تمہارے حلقے کے تھانے میں تھانیدار ہوں میں

سخنوروں سے سجی ہے ابھی بھی بزم سخن
کوئی یہ کہہ نہیں سکتا کہ جاں نثار ہوں میں

گئے زمانے میں دہقاں کی ہڈیاں چوسیں
عوامی دور میں پہلے سے مالدار ہوں میں

ضمیر بیچ دیا میں نے شہر کے لوگو!
کوئی بھی مجھ کو بچا لے اب اک ستار ہوں میں

یہ دور وہ ہے کہ اچھلی ہیں پگڑیاں سب کی
کوئی یہ کہہ نہیں سکتا کہ باوقار ہوں میں

○

جاگیر چھن گئی تو وہاں زرگری رہی
قسمت میں اپنی تکیہ رہا اور دری رہی

موقع پرست لوگوں کے جب تک رہا قریب
نوٹوں سے میری جیب ہمیشہ بھری رہی

اُردو کا کوئی مونس و غم خوار ہی نہ تھا
یہ سخت جان اپنے ہی بل پر کھڑی رہی

اب دیکھئے تو حضرت و مولانا ہو گئے
وہ جن کے پاس زہرہ رہی مشتری رہی

جو اک گلاس پانی بھی اُٹھ کر نہ پی سکیں
محنت کشوں سے اُن کی سدا دوستی رہی

طنز و مزاح کھیل نہیں پھر بھی دوستو
نغمیؔ پہ شاعروں کی نظر سرسری رہی

سکھلا گئے کیا کیا ہمیں جینے کی ادائیں
دیتے ہیں، ہم انگریز بہادر کو دعائیں

کہنے کو فری وارڈ میں داخل رہے ہم بھی
بازار سے آتی رہیں ہر روز دوائیں

ملنا ہے کلرکوں سے تو بازار میں ملیے
دفتر میں دکھاتے ہیں یہ کچھ اور ادائیں

جو مال کہ اچھا ہے چھپا ہے وہ انھیں میں
توندوں پہ بھی اب نرخ کی تختی کو لگائیں

○

بلب زیرو کے بھی اب گھر میں فروزاں نہ رہے
تیرگی بڑھتی چلی جا کوئی ارماں نہ رہے

جنگ بازوں کی اگر سازشیں ہو جائیں سپھل
بستیاں سونی ہوں ان میں کوئی انساں نہ رہے

ہوگئی وقف پلانوں کے لیے ساری زمیں
اپنے بچوں کے لیے کھیل کے میداں نہ رہے

کون سا پاٹھ پڑھایا ہے مری جاں ان کو
میرے گل بوٹے مرے تابعِ فرماں نہ رہے

ہیکڑی ساری بھلا رکھی ہے مہنگائی نے
بیٹے تو بیٹے ہیں اب باپ بھی سلطاں نہ رہے

چپ رہو اپنے مسیحا کی سیاست ہے یہی
درد باقی رہے اور درد کا درماں نہ رہے

○

میں سوچتا ہوں میری سماعت کہاں گئی
وہ کہہ رہے ہیں میری بصارت کہاں گئی

نمٹے مرار جی تو پھر اندرا ہی آگئیں
ہم آپ کے سروں سے مصیبت کہاں گئی

فتنے فساد جاگے تو سنجیدہ ہو گئے
خوں میں رچی بسی وہ ظرافت کہاں گئی

سارے صحافی ہو گئے سرکار کے غلام
بے باک و باشعور صحافت کہاں گئی

پگڑی پہ شیخ جی نے دکاں برہمن کو دی
تقویٰ کہاں گیا وہ عبادت کہاں گئی

پہلو وہی ہے، میں بھی وہی، یار بھی وہی
جسموں میں پہلے تھی جو حرارت کہاں گئی

O

اب وہ غیروں کو کبھی گھر پہ بُلا کر دیکھیں
مجھ کو پہلے کی طرح یونہی بُھلا کر دیکھیں

گیت گاؤں گا حکومت کے یہ آوازِ لتاؔ
ریڈیو والے کبھی مجھ کو بُلا کر دیکھیں

دودھ میں پانی ملانا تو نئی بات نہیں
اب وہ پانی میں ذرا دودھ ملا کر دیکھیں

فرقہ وارانہ تصادم نہ زباں کے جھگڑے
رہنما اپنے کبھی روس بھی جا کر دیکھیں

خوش گلوئی نے بنا رکھا ہے جن کو شاعر
میری غزلوں کو وہ قوّال بھی گا کر دیکھیں

چاند میں کوئی نہ بُڑھیا ہے نہ اُس کا چرخہ
پنڈت و مُلّا بھی آکاش پہ جا کر دیکھیں

آپ سے کوئی بچا ہو تو کہو
صرف میری ہی خطا ہو تو کہو

یہ مرا دم ہے اویرے ہوں تمہیں
اور بھی کوئی فدا ہو تو کہو

میں اندرسٹ تو نہ پوچھوں گا کبھی
سامنے میرے خدا ہو تو کہو

دشت در دشت بچا لائے تمہیں
کوئی بھی خار چھدا ہو تو کہو

ایک دو پیگ ہیں اِنسلٹ مری
سامنے مے کا گھڑا ہو تو کہو

○

جب بھی دیکھو اُداس، افسردہ
پیٹ خالی ہے جیبیں خالی ہیں

زاویہ ٹیڑھا ذہن بے ڈھنگا
نہ مہذب نہ یہ موالی ہیں

بے غرض یہ کبھی نہیں ملتے
سامنے سب کے ہی سوالی ہیں

رات دن یہ تنکتے رہتے ہیں
بائی نیچر بڑے جلالی ہیں

رات رندوں میں دن کو مسجد میں
ہر جگہ پر قسم جلالی ہیں

متفرق اشعار

یہ اپنے شہر کا اخبار بھی کیا خوب ہے لوگو
کہ سرخی کچھ لگاتا ہے خبر کچھ اور ہوتی ہے

○

وفاتی کی ولادت ہو کہ شبراتی کا تیجا ہو
خبر کچھ ہو کسی کی ہو مرا اخبار بھر جائے

○

دانشوروں کا قرب رہا دوستی رہی
پھر کیا سبب کہ علم کی مجھ میں کمی رہی
تن پر قبا سجائے وہ مسند نشیں رہے
قسمت میں اپنی دوستو بخیہ گری رہی
میں دادا ابّا ہو گیا وہ دادی ماں ہوئیں
وہ بھد بھدا رہا نہ وہ بارہ دری رہی

شراب پینے سے ملتی ہے شاعری کو حیات
گھسا پٹا یہ مقولہ بہت پُرانا ہے

○

ہرچند اس میں چھت ہے نہ دیوار ہے نہ در
یاروں کو ہے گھمنڈ کہ ذاتی مکان ہے

○

ایگو کی جس کے ذہن میں جھنکار بھی نہیں
ایسا نظر میں کوئی کلاکار بھی نہیں
شملہ معاہدے کے مخالف نظر میں ہیں
ان کو کباڑنا کوئی دشوار بھی نہیں
پیسہ گھسیٹتے ہیں ضمانت کے زور پر
اخبار کا نکالنا بیوپار بھی نہیں

○

نسلیں ہنسیں گی جب وہ کتابوں میں پائیں گی
بھائی کا بھائی دشمنِ جاں دیر تک رہا
حسرت سے دیکھتا ہوں میں آئینہ بار بار
جب دیکھتا ہوں کوئی جواں دیر تک رہا

○

پانی ملتا نہیں ہے پینے کو
شیخ جی کہتے ہیں وضو کیجے

دھجیاں ہوگیا ہے پیراہن
چاک دامن ہو تو رفو کیجے
ایک سر اور ہزار دہلیزیں
بھینٹ کس کس کو آبرو کیجے

○

ایسے نامردوں کی یارب کوئی سنوائی نہ ہو
گھر میں رو رو کر جو کہتے ہیں کہ مہنگائی نہ ہو
کر لو بُھٹّوں کی پریکٹس آ رہا ہے وہ سمے
چند ہی دن میں کہیں پر کوئی حلوائی نہ ہو

○

یوں سرسری نگاہ سے مت دیکھئے اسے
اس فون میں خرابے کا لمبا پلان ہے

بوند بوند سمندر

○

پولٹری فارم میں ہیں سب چھوٹے
کام جتنے ملیں گے سب کھوٹے
اور کیا رو ئیں مختصر یہ ہے
مُرغیاں دُبلی ، منتظم موٹے

○

سوچتا ہوں یہ بات پرسوں سے
تیل نکلے گا اب نہ سرسوں سے
اب مریضوں کا ہے خدا حافظ
ڈاکٹر دب رہے ہیں نرسوں سے

○

مغربی تہذیب کے دیکھو چلن
شادی سے پہلے جما لو انجمن
تخلیئے کی کچھ ضرورت ہی نہیں
سڑکوں پہ مل جائیں گے ننگے بدن

○

مبتدی ہوں کہ پختہ گو شاعر
سب کی خدمت میں ہے یہ نیک صلاح
لوگ کتنا ہی بور ہوں لیکن
اپنی کرنا نہ تم کبھی اصلاح

○

رہتے ہو کس کے گھر میں، کھاتے ہو کیسا کھانا
اس شہر میں کسی نے تم سے نہ تاج[1] پوچھا
تم آ گئے دکاں پر، یا مل گئے سڑک پر
لوگوں نے یونہی تم سے بڑھ کر مزاج پوچھا

○

مسلماں ہوں کہ ہندو یا ہریجن
یہ سب کے سب حکومت کے ہیں بازو
مگر یہ بات بھی اپنی جگہ ہے
نہیں نظریں حکومت کی ترازو

---

[1] محمد علی تاج

○

جس میں پاکیزگی ہو تن من کی
اس کو کہتے ہیں آج کل سنکی
آبرو اُن کی سب سے بڑھ کر ہے
جن میں عادات ہیں سُوَر پن کی

○

گھر سے باہر بھی نکلنا ہے محال
رکھ دیئے کاغذ قلم سب چوم کے
سامنا جنتا کا کر سکتے نہیں
یہ تو شاعر ہیں ڈرائنگ روم کے

○

کانٹے ملے تو میں نے گُلِ تر نہیں کہا
خود اپنی لغزشوں کو مقدر نہیں کہا
بزدل کو ناتواں کو سکندر نہیں کہا
جھکتے ہوئے سروں کو کبھی سر نہیں کہا

آپ کے طرزِ حکومت کی کہاں تک داد دیں
آخر اس بنجر زمیں کو کب تلک ہم کھاد دیں
اِس قدر کٹھنائیاں ہیں پھر بھی جیتے ہیں جناب
آپ بھی تو کم سے کم ہم کو مبارک باد دیں

اب مناؤ رنگ رلیاں سن چھیاسی آگیا
سن پچاسی لے گیا ناکامیاں، محرومیاں
سن ستّاسی میں بھی تم بغلیں بجانا دوستو
وہ بھی لے کر آئے گا مایوسیاں، مجبوریاں

لوہے کو جو پانی کی طرح موڑ رہے ہیں
آکاش پہ جو اپنے نشان چھوڑ رہے ہیں
وہ کوٹھیوں اور کاروں کو دلہن سی سجا کر
کتّوں کی طرح بس کے لیے دوڑ رہے ہیں

○

نوجوانوں کو کیسے موقع ملے
رو رہیے ان کی کس مپرسی پر
لوگ انگریز کے زمانے سے
جم کے بیٹھے ہوئے ہیں کرسی پر

○

بھول جائیں نہ کہیں تم کو عوام
مشکلیں ان کی ذرا حل کر لو
خیر یہ کام بھی ہو جائے گا
کچھ فسادوں کی ریہرسل کر لو

○

امیر زادوں کو کچھ بھی اگر شکایت ہو
وہ ڈاکٹر سے ملیں قیمتی دوا کھائیں
غریب لوگوں کے بچے اگر پڑیں بیمار
کلول پارک[1] میں جائیں کھلی ہوا کھائیں

---

[1] یہ پارک بھوپال میں شری "بچ" کی اعلیٰ کارکردگی کا نمونہ ہے

چلتا رہتا ہوں میں سٹی بس میں
سب حسیں آ رہے ہیں فوکس میں
پڑھنے لکھنے میں جی نہیں لگتا
رچ گیا عشق میری نس نس میں

ان سے خود تو یہ ہو نہیں سکتا
خالی کروالیں گیہوں کے بنڈے
اور جب لوگ آگے بڑھتے ہیں
یہ سروں پہ لگاتے ہیں ڈنڈے

پڑھا جو ملک کا قانون آیا ہم کو مزا
کسی کو قتل کرو پاؤ عمر بھر کی سزا
اگر کروڑوں کی خطرے میں ڈال دو جانیں
ہزار روپیے جرمانہ، تو دو دن کی سزا

○

آج کل جذبوں کی کچھ قیمت نہیں
رات دن گھستے رہو اپنے قلم
ہر صداقت بن گئی ماضی کی یاد
بے ایمانوں میں پھنسے ہیں آپ ہم

○

کرتے ہیں چوہان سب کو باخبر
تیل سے محفوظ رکھو اپنے سر
اب شکر ڈالے نہ کوئی چائے میں
روکنا ہے دیش میں افراطِ زر

○

گھاگ ہیں یہ بسوں کے کنڈکٹر
اِن کے کھانے کے لاکھوں رستے ہیں
راہ پر اُن کو لائے گی سرکار
لوگ سُن سُن کے خوب ہنستے ہیں

○

اب بُرا وقت ہم پہ آیا ہے
اب مسائل ہمارے جاگیں گے
کوئی بھی ہم نوا نہیں ہوگا
ہم سے احباب ڈر کے بھاگیں گے

○

مری اب اُن سے ناچاقی نہیں ہے
کدورت دل میں اب باقی نہیں ہے
میں اُن کی ہاں میں ہاں کرنے لگا ہوں
نظر اب میری آفاقی نہیں ہے

○

اور لوگوں سے مجھ کو کیا مطلب
بھیڑ کیوں اتنی ساتھ لائے ہو
دیگچی کی مجھے ضرورت تھی
تم تو چمچے بھی ساتھ لائے ہو

ہٹیں گی جب چٹانیں سامنے سے
تو پھر ذرّوں میں تابانی بھی ہوگی
جہاں محنت کشوں کا راج ہوگا
وہاں پر قدرِ انسانی بھی ہوگی

جب تلک سروس میں تھے کرتے رہے سعی و عمل
جس قدر ممکن ہوئی لوگوں کی سیوا ہوگئی
جب ریٹائرڈ ہو کے گھر پہنچے تو بیوی نے کہا
ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں تو بیوہ ہوگئی

نیک سیرت نہ ہو جو جانِ حیات
زندگی ہوگی آپ کی پھیکی
پانچسو واٹ کا بھی بلب جلے
دور ہوگی نہ گھر کی تاریکی

مرے پاؤں چھونے رقیب آگیا ہے
یہ منظر بھی کتنا عجیب آگیا ہے
کچھ اس طرح محسوس ہوتا ہے مغمیؔ
کہ جیسے چناؤ قریب آگیا ہے

کم سے کم بچے کیجیے پیدا
رات دن بھائی لوگ روتے ہیں
ایک منہ جو بھی لے کے آتا ہے
اُس کے دو ہاتھ بھی تو ہوتے ہیں

کاتبو! جو بھی چاہو لکھو شوق سے
لگ سکے گا تمہارے قلم پر نہ بین
پیرزادہ تھا جو پیر دروازہ ہے
راجمل جبین کو لکھا اجمل حسین

ہاتھوں میں پھول ہیں نہ قلم سنگ رہ گئے
آدابِ زندگی کے یہی ڈھنگ رہ گئے
ہر شخص مخمصے میں ہے آخر کرے بھی کیا
سیہور کے فساد پہ سب دنگ رہ گئے

پنجاب میں برنالہ کی سرکار میں بھی پھوٹ
ہر روز نیا قتل ہے غنڈوں کو کھُلی چھوٹ
ناکام ہیں سکیمز ہیں برنالہ کہ راجیو
اقرار میں توہین ہے انکار کھُلا جھوٹ

واسطہ کیا مجھ کو سوشل ازم سے
چل رہا ہوں با دلِ ناخواستہ
جس طرح کوئی کسی میت کے ساتھ
قبر تک طے کر رہا ہو راستہ

○

کیسا ساون کیسی اُس کی مستیاں
لڑکیاں مل کر اُڑائیں مکھیاں
سونی ہیں آموں کی ڈالیں گاؤں میں
ہوگئیں جھولے کی مہنگی رسیاں

○

جھوٹوں سے بچ بھی جائیں تو بچّوں کا کیا کریں
آخر شریف لوگوں کے غنچوں کا کیا کریں
کھائی پھلانگ جائیں تو دھچکے ہیں زور کے
احباب کو کھلائیں تو بچّوں کا کیا کریں

○

فرما رہی تھیں کل وہ
غصّے میں مجھ کو ایدی
دل کہہ رہا تھا کہہ دے
سب عورتیں ہیں قیدی

میں تو سُنا رہا ہوں اِک مدرسے کی پُستک
میں نے نہیں گھڑا ہے اپنی طرف سے قصّہ
بھارت کا اک مصنف ہم کو بتا رہا ہے
کشمیر درحقیقت ہے سوویت کا حصّہ

چاند میں دھبہ ہے تو سورج میں آگ
ساز کے سینے میں پوشیدہ ہیں راگ
اندرا گاندھی بھی تن تنہا نہیں
آستینوں میں چھپے ہیں اِن کی ناگ

واجپائی ہوں کہ ہوں جنرل ضیاؔ
دونوں امریکہ کے ہیں خدمت گزار
ان کو اپنے پر نہیں ہے اختیار
کاٹھ کے گھوڑوں پہ ہیں دونوں سوار

○

دولت کمالیں کتنی ہی لیبر کے خون سے
آراستہ ہوں کتنے ہی علم و فنون سے
ان میں سے کوئی شئے نہ کسی کام آئے گی
راحت ملے گی دوستو دل کے سکون سے

○

ہندوستاں میں چاروں طرف لوٹ مار ہے
انگریز سے کہو کہ کرے پھر سے کنٹرول
بیماروں کو کھلاتے ہیں نقلی دوائیاں
اسکوٹروں میں جلتا ہے چوری کا پیٹرول

○

حق اور انصاف کو سمجھا فضول
جھونک دی تہذیب کی آنکھوں میں دھول
پیٹ کی دوزخ بجھانے کے لیے
کر دیئے قربان بنیادی اصول

○

کبھی نہ جائیں گے مارکٹ میں
ہم اپنے جذبات ماریں گے
کلاتھ مرچنٹ مل گئے تو
بدن سے کپڑے اُتاریں گے

○

کوئی بوئے، کوئی کاٹے، دیکھو تو یہ ہتھکنڈے
گیہوں پیدا کرنے والے تھوپ رہے ہیں کنڈے
دیش کے خالق بھوکے تڑپیں موج اڑائیں مُسٹنڈے
دُکھ بیچاری فاختہ جھیلے کوّے کھائیں انڈے

○

جیب میری بھی کٹی ہے بیشتر
اور جب کٹتی ہے لگتا ہے بُرا
ڈر کے مارے شور و غل کرتا نہیں
جیب کترے رکھتے ہیں لمبا چُھرا

○

جذبۂ انسانیت ہے سب کے دل میں موجزن
کوئی واقف ہی نہیں کہتے ہیں کس کو مکر و فن
کچھ اقلیت اور اکثریت کا جھگڑا ہی نہیں
روس میں ہیں سب برابر سب کی ہے ارضِ وطن

○

سٹے کا ہر جگہ ہے کاروبار
جوئے خانوں پہ آرہی ہے بہار
چاقو چھریوں سے ہو رہے ہیں وار
غنڈہ گردی کا ہو رہا ہے سدھار

○

مجھ میں پیدا ہوں گی کب اعلیٰ صفات
کر رہا ہوں اتنی کوشش جتنی ہے میری بساط
علم کی یہ تشنگی ہے اُن کی خدمت کے لیے
جن کے بل پر چل رہی ہے آج ساری کائنات

بن بیاہی بیٹیاں ہوں چاہے کتنی معتبر
سینے کا پتھر ہیں یہ، ماں باپ کا ہیں دردِ سر
کس قدر مسرور ہوں میں اے مری نورِ نظر
ساتھ تیرے چل رہا ہے آج تیرا ہمسفر

ہم کو ڈگری نہیں نوکری چاہیے
شاخ اپنی بھی ہم کو ہری چاہیے
آپ کی اِک نظر سرسری چاہیے
زندگی ہم کو کمپل سری چاہیے

ہزاروں ڈاکٹر ڈگری لیے بیکار بیٹھے ہیں
گھروں میں منتظر اُن کے کئی بیمار بیٹھے ہیں
ہنسی رُکتی نہیں جب دیکھتا ہوں میڈیکل کالج
ابھی بھی ڈگریاں لینے کو برخوردار بیٹھے ہیں

کون پہلے مرے گا بعد میں کون

بات مانو! پڑو نہ حجّت میں

میں تو رنڈوا نہ ہو سکوں گا کبھی

بیٹھنا ہے تمہیں کو عِدّت میں

اچھے خاصے تھے مگر بالکل ہی جاہل ہو گئے

اِک حسینہ پر سرِ بازار مائل ہو گئے

جان سے جاتے مگر کچھ لوگ حائل ہو گئے

دل تو پہلے ہی تھا زخمی خود بھی گھائل ہو گئے

نوکری مل سکی نہ سرکاری

کام پھر بھی رشید کرتا ہے

میگساروں کی جیب سے شب کو

نقد پیسے کشید کرتا ہے

کل تلک اک چھوکری پر تھے نثار
رات دن تھے اُس کے غم میں سوگوار
دوسروں کی نبض پر رکھا جو ہاتھ
ہو گئے انسانیت کے غم گُسار

ان تشدّد کی وارداتوں میں
کتنی جانیں گئیں حساب کرو
اور کس کس کی جاں ہے خطرے میں
سازشیں ساری بے نقاب کرو

ایسے بیمار بھی ملے ہیں ہمیں
جو نہیں جانتے دوا کیا ہے
گھر میں لیٹے تو یہ بھی بھول گئے
"ابر کیا چیز ہے؟ ہوا کیا ہے"

جب سے کرسی پہ آ کے بیٹھا ہوں
سچ کا دامن ہی مجھ سے چھوٹ گیا
اب تو میں یہ بھی کہہ نہیں سکتا
میری کُرسی کا پایا ٹوٹ گیا

دُنیا سے گئے اور جو قبروں میں گڑے ہیں
اِس دَور میں دراصل وہی لوگ بڑے ہیں
زندہ ہیں جو فن کار نہیں اُنکی کوئی قدر
سب غالبؔ و اقبالؔ کی قبروں پہ کھڑے ہیں

کر نہیں سکتے کبھی یہ کلپنا
سستا مل جائے ہمیں گیہوں چنا
سوچتے تھے فصل پر بھاؤ گریں
کوئی دیکھے اپنا یہ "پاگل پنا"

○

گھر سے پی کر شراب نکلا تھا
یہ خطا تھی حبیب جالب کی
پاک کی سرزمین پر ناداں
نقل کرنے چلا تھا غالب کی

○

فیوچر اردو کا اب تاریک ہے
کہہ رہی تھی چھوکرے سے چھوکری
وہ زباں پڑھنے میں کیسے جی لگے
جو نہ عزت دے نہ ہم کو نوکری

○

راجیو راج نیتی میں کل رات آ گئے
یہ نوکری کو مار کے اک لات آ گئے
بڑھتا رہے گا موقع پرستوں کا کارواں
سنجے چلے گئے تو کمل ناتھ آ گئے

○

پاک سرحد پہ لُٹ گئے نغمی
کیسے لوگوں سے پڑ گیا پالا
جان تن کی نکل گئی آدھی
تب ملے ماموں، تب ملیں خالہ

○

ہرمنی بس کا تمہیں پرمٹ ملے
رشوتوں میں نوٹ کی گڈی تو دو
میرا دعویٰ ہے نہ بھونکے گا کبھی
منہ میں کُتّے کے ذرا ہڈی تو دو

○

کراچی میں جب سے نہیں ملتی وہسکی
تو کیا لوگ گنّے کا رس پی رہے ہیں
نشیلوں کی خرمستیاں اللہ اللہ
مدک پی رہے ہیں چرس پی رہے ہیں

○

گڑ کی ڈلی جو دی تو اُسے کیک کہہ دیا
ہم نے روا روی میں تمہیں نیک کہہ دیا
چاہو گے اور کتنا تعاون بتاؤ تو
مہنگائی اور بلیک کو لبیک کہہ دیا

○

آسماں پر چلا گیا کاغذ
عید کا چاند ہو گئے اخبار
ریڈیو پر سنیں گے اب خبریں
بھٹے بھونیں گے سارے نامہ نگار

○

غلّہ پیدا ہو مگر بنڈے نہ ہوں
جھنڈے لہرائیں مگر جھنڈے نہ ہوں
یہ پلاننگ بھی تو ہونا چاہیے
مُرغا مُرغی ہوں مگر انڈے نہ ہوں

○

روس میں آنکھوں سے دیکھا میں نے دستورِ حیات

مذہبی جھگڑے نہ فرقِ رنگ و نسل و ذات پات

مرکزِ امن و اماں لینن کے خوابوں کا جہاں

رشک کرتی ہے زمینِ سوویت پر کائنات

○

مصلحت کے چہرے سے رنگیں نقاب

نوچ لو تو آئے ذہنی انقلاب

کالجوں میں پڑھ رہے ہیں نوجواں

جھوٹی تاریخیں گیا گزرا نصاب

○

ادب کا سیاست سے ناطہ نہیں ہے

یہ نعرہ کبھی دل کو بھاتا نہیں ہے

ادب میں بھی طبقات کی کشمکش ہے

ہر اک کی سمجھ میں یہ آتا نہیں ہے

یونین بینک کی ڈکیتی میں
کام آئے دماغ کس کس کے
پکڑے جانے پہ ہوگئی حیرت
نکلے چشم و چراغ کس کس کے

اربابِ حکومت ہمیں پل بھر نہیں بھاتے
دُکھ درد بھی لے کر کبھی اُن تک نہیں جاتے
کہتے ہیں یہ کچھ اور تو کرتے ہیں یہ کچھ اور
اقوال سے افعال ہی لگّا نہیں کھاتے

گاندھی جی کی بھی تعلیم جاری رہے
سرپرستی میں سیٹھ کلہاری رہے
کچھ غریبوں کی بھی غم گساری رہے
ٹاٹا برلا سے بھی پکّی یاری رہے

میرے اِک دوست مارکس وادی تھے
آج دیکھا تو پہنے کھادی تھے
میں نے پوچھا برانڈ کیوں بدلا
بولے ہم تو اسی کے عادی تھے

ریڈیو والے چل رہے ہیں ٹیکٹ
دقیانوسی سے کر رہے ہیں پیکٹ
اپنی فرسُودہ پالسی کے سبب
نغمیؔ صاحب کو کر رہے ہیں رجیکٹ

مذاہب سے بھی آشنا کر رہے ہیں
گناہوں کی بھی انتہا کر رہے ہیں
برہمن کی مانیں کہ واعظ کی باتیں
ڈبل رول دونوں ادا کر رہے ہیں

○

بھوک وقتی اگر مٹانا ہے
اسّی پیسوں کا لیجیے بھُٹّا
اس پہ بھی یہ ستم ظریفی ہے
ہاتھ میں ہونا چاہیے چھٹّا

○

ہر دسمبر کو گیس چھوٹے گی
خواب دیکھا تھا شیخ چلّی نے
موت کے بادلو! ہوا میں اُڑو
گیس چھوڑی ہے اب کے دلّی نے

○

جن کو ٹھکرا دیا زمانے نے
ایشیا میں ہے ان کی بات ابھی
ڈالروں کی رہین منّت ہے
ہند تیری معاشیات ابھی

اپنی گھٹی میں پڑے ہیں دوستو
مکر دھوکا کام چوری اور دروغ
یوجنائیں سب کی سب بیکار ہیں
دے رہے ہیں ہم کرپشن کو فروغ

منسلک جب تک رہو گے سیٹھ کے اخبار سے
تان کر سینہ گزر سکتے نہیں بازار سے
تم نے گروی رکھ دیا اپنا قلم اپنا دماغ
آدمی رہتا ہے زندہ عظمتِ کردار سے

آئینہ جب بھی دیکھو سچ بولتا ملے گا
کیا کام کر گیا ہے اپنے لیے سکندر
دو قومی نظریہ تو ہے ریگزار نغمی
پیاسے سمجھ رہے ہیں پانی ہے اِسکے اندر

○

کانگریسی ہو یا ہو جنتا راج
مہنگا ہر دَور میں ملا ہے اناج
ان سیاسی وطن فروشوں نے
دانے دانے کو کر دیا محتاج

○

ریڈیو پر عورتوں کا ہے اثر
عورتیں بھی دو ہیں باقی سب "صفر"
تھوڑے تھوڑے وقفے سے سُن لو یہ نام
اندرا گاندھی اور لتا منگیشکر

○

اہمیت دوں گا نہ ہیں پرسائی کو
رہنما مانوں گا اندرا بائی کو
سُرخ پرچم بھی نہ لوں گا ہاتھ میں
سرنگوں کردیں اگر مہنگائی کو

اِک بہانہ ہو چکا اب ایک حیلہ اور ہے
سستی شہرت اور خوشامد کا وسیلہ اور ہے
عاشقانِ حُسن تھک کر بیٹھ مت جانا کہیں
جشنِ ملکہ من چُکا جشن شکیلہ اور ہے

جن کے قدموں سے کل زمیں کھسکی
غم بھُلانے کو پیتے ہیں وہسکی
بھٹّو پھانسی پہ، اندرا مرگھٹ میں
یہ سیاست ہے کِس قدر رسکی

بھائی کا بھائی دُشمن یاروں کا یار قاتل
انسان آج کیسا بے درد ہو رہا ہے
ہندو مریں یا مسلم، یا قتل ہوں ہریجن
سچ تو یہ ہے کہ بھارت نامرد ہو رہا ہے

○

اندھے پیسیں کتے کھائیں
اب تک یہ دستور رہا ہے
آڑھتیوں نے چیت کیے ہیں
گھاٹے میں مزدور رہا ہے

○

سمپورن انقلاب کا بانی چلا گیا
اگلے دنوں کی سھتا جو نشانی چلا گیا
جھک مارتی پھرے گی یہ چنڈال چوکڑی
بہروپیوں کے چہرے کا پانی چلا گیا

○

وہ صدر کی بیوی ہو یا نتھو قصائی کی
شوہر سے شکایت تو ہر ایک کو ہوتی ہے
خوش حال گھرانا ہو یا ٹکڑوں کی محتاجی
عورت جسے کہتے ہیں ہر حال میں روتی ہے

○

جُھک گئی ہے آج مُردوں کی کمر
عورتوں کی ڈھیلی ڈھالی چولیاں
رہنمائے قوم — پھر بھی قوم کو
دے رہے ہیں خواب آور گولیاں

○

ڈاکٹر لُوتھر کنگ، لوممبا، مجیب
امن اور انسانیت کے تھے نقیب
ان کا قاتل ایک ہے چہرے ہیں تین
موت اُس کی آ رہی ہے عنقریب

○

یہ چند روز میں کیا تم نے کر دیا جادو
جدھر بھی جاؤ لپکتی ہے ناک میں بدبو
نہ سر کا تیل میسّر نہ لکس کی ٹکیہ
کہاں سے لائے صبا زلفِ یار کی خوشبو

○

حسرتِ دید لے کے لوٹ آئے
ہم کہیں بھی نہ باریاب ہوئے
شہر کے کچھ گِنے چُنے شاطر
فیضؔ صاحب سے فیضیاب ہوئے

○

ہم نے تو بس سنا تھا یہ آئے ہیں فیضؔ شہر میں
ہم کو تو مل نہیں سکی اُن کے قدم کی خاک دھول
شہر کے شاعر و ادیب ان سے الگ الگ رہے
شعریؔ میاں نے کر دیئے سب کی طرف سے ہار پھول

○

خدا کرے بڑا تالاب پُور آ جائے
سبھی کے چہروں پہ اِک دم سے نور آ جائے
ہمارے صوبے میں چیزوں کے بھاؤ کم کرنے
بہار سے کوئی عبدالغفور آ جائے

شادیاں کرنا ہوں جو دولت بغیر
لڑکی والے شارٹ کٹ رستہ چلیں
صاف کہہ دیں دخترانِ نیک سے
لڑکیاں خود بڑھ کے لَو میرج کریں

پہلے اندھیری شب میں لُٹتے تھے بے تحاشہ
اب آپکے حقوں پر پڑتا ہے دن میں ڈاکہ
لیڈر بدل گئے ہیں ورکر بدل گئے ہیں
عاشق[۱] علی تھے پہلے، اب ہیں ریاض[۲] کاکا

کم سے کم پیدا ہوں بچے ہر طرف یہ شور ہے
ہاں اسی نعرے کے پیچھے بھاگنے کا دَور ہے
میں تو گھاٹے میں نہیں ہوں کثرتِ اولاد سے
نو تو پیدا ہو چکے دسواں بھی زیرِ غور ہے

۱؎ مقامی کانگریسی ورکر ۲؎ مقامی جنتا پارٹی ورکر

○

ہوگئی چلتی میں سازش کامیاب
پی گئے غدّار امریکی شراب
رات بھر کا ہی نشہ سمجھو مگر
پورا ہو سکتا نہیں ہٹلر کا خواب

○

خوش مزاجی ہاتھ سے جاتی نہیں
غصے کی جانب نہیں میرا جھکاؤ
لیکن اس پر تاؤ آتا ہے مجھے
پوچھتے ہیں بچے جب چیزوں کے بھاؤ

○

دیش میں کیسے کیسے قابل ہیں
جن کے کچھ اور ہی مشاغل ہیں
اِن لٹیروں سے جھوما جھٹکی کو
ننگے بھوکے ہی اب مقابل ہیں

○

کمینوں کو عروج و سربلندی کب تلک صاحب
شریفوں کو ذلیل و خوار رکھا جائے گا کب تک
وہ جن کے سر قلم ہونا تھے جن کے ہاتھ کٹنا تھے
اُنھیں آقا، انھیں سردار رکھا جائے گا کب تک

○

عظیم ملک کی تقسیم سے سبق لے لو
ہمیشہ کرتا ہوں میں یہ اپیل لوگوں سے
مجھے تو فرقہ پرستوں کے نام سے چڑ ہے
میں واسطہ نہیں رکھتا ذلیل لوگوں سے

○

باپ رشوت اگر نہیں لیتا
بیٹا کہتا ہے باپ ہے اُلّو
اے شرافت کہاں ملے گی تو
نذر کرنا ہے پانی اِک چُلّو

○

کوئی تونگرا ہے نہ ہم لوگوں میں ہے کوئی نحیف
کوئی غنڈہ ہے نہ ہم لوگوں میں ہے کوئی شریف
ایک ایسے چوکھٹے میں پھنس گیا ہے یہ سماج
بھائی کا بھائی ہے دشمن باپ کا بیٹا حریف

○

میں کتنا ناسمجھ ہوں اظہار کر رہا ہوں
"سوشل ازم" یہ سب کو ہموار کر رہا ہوں
جس سرزمیں پہ سٹو میں نوّے سٹور یئے ہوں
اُس سرزمیں پہ حق کا پرچار کر رہا ہوں

○

آئی تھی دلہن بن کے مرے گھر میں نعیمہ
احباب نے کھائے تھے جمعے اور ولیمہ
اب گردشِ حالات نے سب چھین لیا ہے
دونوں ہی نظر آتے ہیں آثارِ قدیمہ

وزارت کی جو کُرسی چڑھ گئے ہیں
یقیناً اُن کے رُتبے بڑھ گئے ہیں
یہ ایم اے اور بی اے پاس لڑکے
سب اُلّو ہیں جو اتنا پڑھ گئے ہیں

روز مَر مَر کے ہوتے ہیں زندہ
ہم بڑی سخت جان والے ہیں
جب سے احساس کی ملی دولت
رنج و غم کی دکان والے ہیں

کسی نے یہ کبھی سوچا تھا بُھٹو
کراچی کی حوالاتوں میں ہوگا
بھگے گا شاہ ایراں اپنے گھر سے
کہ تخت و تاج سب لاتوں میں ہوگا

اب کراچی ہوگیا بھوپال بھی
کر نہیں سکتے یہاں ہڑتال بھی
مُرغ مچھلی گوشت کھانا تو کجُا
کھا نہیں سکتے اُردو کی دال بھی

کسی کے مُنہ پہ بُرا اور بھلا نہیں کہتے
سڑے گلے کو سڑا اور گلا نہیں کہتے
یہ سر جھکائے ہوئے مصلحت کی چوکھٹ پر
جو بات سچ ہے اُسے برملا نہیں کہتے۔

کریں گے کوچ جب دنیا سے نغمی
صدا آئے گی یہ دیوار و در سے
پڑھے لکھوں میں یہ رہتا تھا ہر دم
نہ تھا اس کا واسطہ اہلِ نظر سے

○

جو حقیقت پہ ہی نہ ہو مبنی
اُس ادب سے رہا ہمیشہ گریز
یہ ادب بھی کوئی ادب ہے جناب
پُر تکلف ، مُبالغہ آمیز

○

با اقتدار طبقہ ہے فکر میں ازل سے
ہم آپ سر اُٹھا کر سڑکوں پہ چل نہ پائیں
دانستہ رکھ رہے ہیں یہ بے شعور ہم کو
ان کو یہ ڈر ہے ان کے کس بل نکل نہ جائیں

○

دماغ اپنے سُکڑتے جا رہے ہیں
مگر سب روڈ چوڑے ہو گئے ہیں
کوئی بھی چوں چرا کرتا نہیں ہے
سبھی کے مُنہ میں پھوڑے ہو گئے ہیں

میں تو کہتا ہوں کہ میرا گھر ہے یہ
گھر یہ کہتا ہے بس تیرا گھر نہیں
سر جُڑا ہے آج تک اِس جسم سے
جسم کہتا ہے یہ میرا سر نہیں

شہر میں، گھر میں، کہیں پر بھی نہیں اپنا وقار
شخصیت اپنی فقط قد سے بڑی ہے یارو
اپنے ہی گھر میں سکونت کے پڑے ہیں لالے
نام کی تختی مگر در پہ جڑی ہے یارو

گیس پیڑت مددیوں لیتے ہیں
جیسے قاضی لے عقد کا حصّہ
اِن خطا کار بے ایمانوں پر
اِن کو آتا نہیں کبھی غصّہ

○

میرے بچے بھی ہو چلے ہیں جوان
ان کی شادی میں نکلیں گے ارمان
کم سے کم دس ہزار کو بریان
چاہے بک جائیں زیورات و مکان

○

بھوک سے کل ہو گیا ہے "خشیادادا" کا دہانت
شہر میں افواہ یہ پھیلی ہوئی تھی ایک دم
ڈاکٹر کی جب رپورٹ آئی تو راز افشا ہوا
گیارہ مرغے کھا کے آئے تھے ڈنر میں محترم

○

غلّے پر جوں ہی کنٹرول ہوا
ساہوکاروں میں مچ گیا ہلّہ
ہم جو ہوتے تو پھانسیاں دیتے
چھین لیتے دبا ہوا غلّہ

○

گائے کی عظمت ہمیں کچھ یوں بڑھانا چاہیے
اس کے خالص دودھ میں پانی ملانا چاہیے
دودھ دینا بند کردے جب وہ ہوجائے ضعیف
شہر کی سڑکوں پہ آوارہ گھمانا چاہیے

○

جنگ آزادی لڑی یوں بے خطر
دشمنوں کے پاؤں پہ رکھا نہ سر
پوچھتے ہیں مجھ سے اب بچے مرے
آپ کب ہوں گے فریڈم فائٹر

○

گرمیوں بھر چائے ہی پیتے رہے
دیکھئے حالت ہے کتنی فرسٹ کلاس
دوستوں کا ذکر کیا، بچوں کے ساتھ
پی نہ پائے ایک لسی کا گلاس

○

یہ راج دھانی بنائی ہے آپ نے کیسی
یہاں جو رہتے ہیں وہ ہو گئے ہیں پردیسی
اِدھر اُدھر سے جو آئے وہ بن گئے زردار
مقامی لوگوں کی حالت گداگروں جیسی

○

جُرم دن رات کرتا رہتا ہوں
مجھ کو پکڑیں گے کیا پولیس والے
یہ جو قانون کے محافظ ہیں
اِن کو الفت ہے میری پاکٹ سے

○

یوں تو بیویاں اپنی !
کتنا ہم سے ڈرتی ہیں !
زندگی کے صفحوں پر
دستخط بھی کرتی ہیں !

ڈھیر غلاظت کے پھیلیں گے
میل چڑھے گا سب کے بدن پر
سیاسی ڈھانچہ دیش کا جب تک
کھڑا ہوا ہے کالے دھن پر

تمہارے گرد جو ہالہ دکھائی دیتا ہے
ہمیں تو دال میں کالا دکھائی دیتا ہے
عجیب طرح کا چشمہ چڑھائے بیٹھے ہو
کہ جس میں بھائی بھی سالا دکھائی دیتا ہے

حسینوں کے ظلم و ستم لکھ رہے ہیں
یہ فن کار زلفوں کے خم لکھ رہے ہیں
مگر نغمیؔ صاحب کی دھج ہی الگ ہے
یہ لوگوں کے رنج و الم لکھ رہے ہیں

○

ڈاکوؤں کو سیٹھ ، دن کو شب کہیں
ایسے دانشور اُچھالے جائیں گے
وہ وظیفہ پائیں گے جو یہ کہیں
رات آئے گی ، اُجالے جائیں گے

○

آج کچھ بھی نہیں ہے ناممکن
کام ہوتے ہیں سب ارادے سے
ڈلّو مل نے ذرا سی کوشش کی
چائے بھی بن گئی بُرادے سے

○

امن کی نیّت تمہاری ہم کو بھاتی ہے مگر
اور اتنی بات بھی تو کھل کے جانِ من کہو
اپنی ڈھل مل اور مذبذب پالسی کو چھوڑ کر
سامراجی طاقتوں کو امن کا دشمن کہو

بکھر رہا ہے مرے گھر کا آج شیرازہ
بھگت رہا ہوں میں اپنے کیے کا خمیازہ
کوئی یہ کہتا ہے پینے کو دودھ ہو تازہ
کسی کو ضد ہے کہ مہندی کے ساتھ ہو غازہ

عورتیں لیتی نہ تھیں پہلے کبھی شوہر کا نام
وہ اشاروں سے چلا لیتی تھیں اپنے سارے کام
آج کل جب پکڑا جاتا ہے کہیں پر کالا دھن
مجرموں کے نام بھی لیتے نہیں اُن کے غلام

سرکار کے پلان سبھی کھیل ہو گئے
گیہوں کی پالیسی کی طرح فیل ہو گئے
اُونچا کچھ اس طرح اُٹھا معیارِ زندگی!
برتن کباڑ خانوں میں سب سیل ہو گئے

نوکر شاہی اٹکاتی ہے
سرکاری کاموں میں روڑے
ایسی حالت میں پھر اپنے
دیش کا ٹٹّو کیسے دوڑے

یوں ملتے ہیں مریض بڑے اسپتال میں
پنچھی پھنسے ہوں جیسے شکاری کے جال میں
کیا کیا گناؤں تم کو میں اس کی خرابیاں
مقتل بنا ہوا ہے یہ میرے خیال میں

ان وزیروں کے سامنے کچھ لوگ
رات دن اپنی دُم ہلاتے ہیں
تیل کی جن میں ایک بوند نہیں
اُن چراغوں کو یہ جلاتے ہیں

○

خوب رونا سیکھ لو لختِ جگر
چاہے ہر شے تم کو انجانی لگے
حادثے پیش آئیں تو حیرت نہ ہو
ہر مصیبت جانی پہچانی لگے

○

اپنے دل و دماغ میں کتنا تضاد ہے
مذہب کو مانتے بھی ہیں اور مانتے نہیں
ہم دور ہی سے پوجتے ہیں اُس کے جسم کو
مذہب کی اصل روح کو پہچانتے نہیں

○

جیل میں قیدی ہیں یوں تو سینکڑوں
لیکن اُن میں سے اہم ہیں کچھ مگر
مل رہی ہیں اُن کو یوں آسائشیں
جیسے جیلر ہی کے ہوں نورِ نظر

○

جمع اک کمرے میں تھے چوہے کئی
آگئی اتنے میں بلّی نا گہاں!
ڈر کے جو بھاگے تو دارو میں گرے
جو کہ اک برتن میں رکھی تھی وہاں
غوطہ کھا کے نکلے اور سب چیخ اُٹھے
اب بتاؤ ہم کو بلّی ہے کہاں

○

سرمایہ داری آپ کا کردار کھا گئی
طبلے کی تھاپ، ساز کی جھنکار کھا گئی
دو چار دس لٹیروں کو خوشحال کر دیا
میری قمیض آپ کی شلوار کھا گئی

○

واہ ری اے مشرقِ وسطیٰ کی جنگ
اُن سے موٹر چھین لی، مجھ سے پلنگ
کر دیا اندرا کو بگھی میں سوار
کاٹ ڈالی تو نے نکسن کی پتنگ

○

ہم کو رکھنا ہے عرب سے تال میل
کارخانوں کے لیے لینا ہے تیل
سُن لیں عربوں کے مخالف غور سے
یہ سیاست ہے نہیں گڑیوں کا کھیل

○

مالکن کی نوکرانی ہو گئی اِک دن علیل
دیکھنے کو آئے اس کو ڈاکٹر الیس، اے جلیل
سینے پر رکھتے ہی آلہ چپکے سے اس نے کہا
میں تو اچھی ہوں مگر تنخواہ ہے میری قلیل

○

اک واقعہ سُناتا ہوں میں تم کو صاف صاف
داخل تھا ہسپتال ایسی ٹلی تھی ناف
انجیکشن جو آئے تھے گھر سے خطا معاف
نرسوں میں بٹ گئے تھے وہ آپس میں ہاف ہاف

○

اُن کی مصروفیت کا کیا کہنا
ہر طرف اُن کا کام ہے جاری
اپنے گُرگوں کو دیکھ کر ناکام
خود ہی اب کر رہے ہیں بمباری

○

ایسی خبریں ہیں سب کی سب بیکار
اعلیٰ حکام کھیلتے ہیں شکار
کون قانون توڑ سکتا ہے
جانور خود ہی ہو رہے ہیں شکار

○

لوٹ کر مزے شب کے
پھر ہے شب کی تیاری
مُرغ اور وہسکی نے
کر دیا ہے درباری!

○

سسٹمیٹک ہے اسپتال کا کام
کھا نہیں سکتا کوئی بھی دھچکہ
لڑکی لڑکے سے کیسے بدلے گی
یہ تو بکواس کرتی ہے زچہ

○

وہی ہم ہیں ہوئے جو اتنے بلند
چاند پر پھینک آئے اپنی کمند
یہ بھی ہم ہیں کریں جو آنکھیں بند
عید پر بھی نہیں تھا گھر میں قند

○

قرضِ گندم کر دیا میں نے ادا
میں نہیں ہوں آج اُس سے شرمسار
منہ کی بتّیسی ہے شاہد دوستو
روٹیوں پر دانت کر ڈالے نثار

○

جس قدر آج حالات سنگین ہیں
نظمیں غزلیں بھی اتنی ہی رنگین ہیں
شاعروں کو مگر کچھ پتہ ہی نہیں
یہ تو بس داد لینے کے شوقین ہیں

○

نوجوانی میں چال ایسی چلی
اُن میں دیکھی نہ کوئی بات بھلی
چل چلاؤ کا وقت جب آیا
ایسے لگتے ہیں جیسے کوئی ولی

جسے صبح سمجھا گیا نوکرانی
وہی رات کو بن گئی دل کی رانی
ڈبل رول گھر میں ادا کر رہا ہوں
یہ کیا کر دیا تو نے بڑھتی گرانی

پونجی پتیوں کو سمجھتے ہیں صنم
مفلسوں کا بھی انھیں رہتا ہے غم
گھومتے رہتے ہیں چکری کی طرح
یہ کبھی رہتے نہیں ثابت قدم

واہ رے سرمایہ دارانہ نظام
عالموں کے ہو گئے جاہل امام
سارے دانشور کریں جھک کر سلام
حج کرائیں گے غلام ابنِ غلام

بڑے نوٹ سے درد اپنا نہیں ہیں
میاں اپنی حالت کو ہم جانتے ہیں
یہ ٹاٹا و برلا ، مکرجی و بھابھا
بڑے نوٹوں کے پیچ و خم جانتے ہیں

محنت ہی آدمی کو !
سونے میں تولتی ہے
دروازے قسمتوں کے
ٹھوکر سے کھولتی ہے

بیرو کریٹ افسر اعزاز دے رہے ہیں
ٹوٹے ہوئے پروں کو پرواز دے رہے ہیں
یہ سب ملے ہوئے ہیں اپنے مخالفوں سے
جے پی جبھی تو ان کو آواز دے رہے ہیں

○

بنتے ہیں فرسٹ کلاس مگر تھرڈ کلاس ہیں
گرچہ لباس میں ہیں مگر بے لباس ہیں
علم و ادب کے آپ نمائندہ ہیں مگر
لچے لفنگے شہر کے سب آس پاس ہیں

○

درد آیا تھا سینے میں چھپ کر
جانے کب کا ہوا رفو چکّر
وہم و خدشہ بنے رفیقِ حیات
ہاتھ رہتا ہے اب بھی سینے پر

○

قلم و ذہن کچھ عجیب سے ہیں
تنگ دامانیوں سے بچتے ہیں
دعوتیں مشکلوں کو دیتے ہیں
اور آسانیوں سے بچتے ہیں

بچّے سائے میں رہیں ماں باپ کے
ایک حد تک یہ تو پھر بھی ٹھیک ہے
باپ مانگے روٹیاں اولاد سے!
نغمی صاحب کی نظر میں بھیک ہے

یہ طریقہ ہے مہربانوں کا
ذکر کرنا مزے کے کھانوں کا
گانا سُننا شکیلہ بانو سے
یاد کرنا گئے زمانوں کا

بھاؤ جب سے بڑھا ہے دانے کا
انڈا ملتا ہے بارہ آنے کا
قیمتیں اور چڑھ کے گر جائیں!
خواب سمجھو کسی دِوانے کا

○

بہت ٹٹولا ہے سینوں کو رہنماؤں کے
ہمارا درد کہاں ہے وطن کا پیار کہاں
انھیں کسی کی نہیں فکر بس یہی ہے صدا
ہمارا بنگلہ کہاں ہے ہماری کار کہاں

○

جب بھی تاریخ اپنی پڑھتا ہوں
ذہن پر چوٹ لگتی ہے کاری
بیشتر اس کے لکھنے والوں میں
یا کمیونل تھے یا تھے درباری

○

خفا مجھ سے لختِ جگر ہو رہے ہیں
یہ حلوے کو سب میرے سر ہو رہے ہیں
مگر ساہوکار اور سرکاری افسر
سب آپس میں گھی اور شکر ہو رہے ہیں

○

مصر میں ہوں گے سبھی ہتھیار فیل
جیت پائے گی نہ امریکن "کھیل"
شرط اتنی ہے بہادر ساتھیو!
ایک قطرہ مل نہ پائے ان کو تیل

○

بھوک ہر شخص کو نادار بنا دیتی ہے
اچھے اچھوں کو یہ غدّار بنا دیتی ہے
بے شعوروں کو بناتی ہے یہ مکّار مگر
باشعوروں کو یہ تلوار بنا دیتی ہے

○

جتنے بھی چرکے دیئے تھے بھول بیٹھے ایک دم
اور شملہ پیکٹ کو بھی کر رہے ہو کالعدم
دوسروں کے کہنے سننے پر نہ پھولو اس قدر
اتنا تو سوچو کہ تم میں رہ گیا ہے کتنا دم

مشینوں میں بھی گھڑگھڑاہٹ ملے گی
کرنسی میں بھی سرسراہٹ ملے گی
ہمیں اس سے کیا ہم تو یہ سوچتے ہیں
کہ ہونٹوں کو کب مسکراہٹ ملے گی

یہ کس نے کہا آپ سے مے خوار نہیں ہوں
پیتا تو ہوں لیکن میں پرستار نہیں ہوں
نازاں ہوں نہ شرمندہ میں اس بادہ کشی پر
فخر اتنا ہے مجھ کو کہ ریاکار نہیں ہوں

دیکھنے میں یوں تو اچھا حال ہے
ناک ٹوٹی ہے تو اُدھڑا گال ہے
ننھّو، جُمّن لڑتے رہتے ہیں مگر
خوان میں دونوں کے اُبلی دال ہے

○

ایسا جاڑا پڑا ہے اب کے برس
اوڑھ سکتے نہیں رضائی بھی
جب سے زہریلی گیس چھوٹی ہے
بھوکوں مرنے لگے قصائی بھی

○

عجب خبر ہے کہ اندرا کو مار دی گولی
نہ آسمانی یہ سازش، نہ یہ زمینی ہے
کہے سی آئی بی کچھ بھی یہ میرا دعویٰ ہے
کہ اس میں مشورہ ریگن کا بھی یقینی ہے

○

جیل جانے سے ہمیں ہرگز نہ ڈرنا چاہیے
رہنما کے روپ میں ہم کو اُبھرنا چاہیے
نغمیؔ صاحب جیل جائیں بن کے اخلاقی اسیر
شہر کے دانشوروں کو ڈوب مرنا چاہیے

نہ جیبوں میں پیسے، نہ پیٹوں میں روٹی
مصیبت ہر اک اپنے سر ہو رہی ہے
ہر اک شخص کی آج چندیا صفا ہے
یہ سرکار کیا بار بر ہو رہی ہے

ڈبلا بھکاری، لیڈر "تگڑا"
روتے ہیں دونوں اپنا دُکھڑا
دو گیتوں کا ایک ہی مُکھڑا
آٹے کی چٹکی ووٹ کا ٹکڑا

اے میونسپل[1] کے افسرو! تم کو
کس برہمن نے یہ سمجھایا ہے
تم نے امبیڈکر کا اسٹیچو
سیپٹک ٹینک پر لگایا ہے

---

[1] بھوپال میونسپل کارپوریشن

○

ان کے کہنے میں نہ آنا دوستو
ان کے قول و فعل کا کیا اعتبار
چور سے کہتے ہیں یہ چوری کرو
ساہوکاروں سے کہیں گے ہوشیار

○

جب جب کہا ہے میں نے چوں چوں کا ہوں مُربّہ
احباب میرے سُن کر بے ساختہ ہنسے ہیں
میں ہی نہیں اکیلا تم سب کا جائزہ لو
ہر آدمی کے اندر دو آدمی پھنسے ہیں

○

جھوٹ، چوری، قتل اور ڈاکہ زنی
ان سے بچنے کی نہیں کوئی سبیل
تنگ آکر کرلیا ہے فیصلہ
اپنے بچوں کو بنانا ہے وکیل

مے گساری ہو گئی ہے دردِ سر
تشنہ لب پھرنے لگے ہیں در بدر
دارو پینے والے "قارورہ" پئیں
میکدے ہو جائیں گے پیشاب گھر

یقیناً موت کے چنگل میں اک دن آپ ہم ہونگے
پرانے مرتے جائیں گے نئے انساں نہ کم ہونگے
مگر جو بے سر و ساماں مریں گے کس مپرسی میں
مرا دعویٰ ہے ان میں بیشتر اہلِ قلم ہونگے

پاؤں میں جوتا ہے سر پر ہیٹ ہے
گھر بھی اپنا آج اپٹوڈیٹ ہے
مفلسی نزدیک آتی ہی نہیں
پالسی جب سے کہ اپٹوڈیٹ ہے

ڈپلومیسی بن گئی میری غذا
اب کسی سے بھی نہیں شکوہ گلہ
کوّے کی آواز میں بھی ہے مزا
میں گدھے کو بھی نہیں کہتا گدھا

منسلک جب تک رہیں گے چور بازاری کے ساتھ
اپنی تہذیبیں چلیں گی سست رفتاری کے ساتھ
دور کیوں جاتے ہو خود اپنے گھروں کو دیکھ لو
بھائی سے ملتا ہے بھائی آج مکّاری کے ساتھ

پاک کا راستہ کرو چالو
منتظر ہیں وہاں مرے خالو
کیسے بھولوں میں اس تعلق کو
اک زباں ہے تو دوسرا تالو

○

نہ ہو کوئی موٹا ، نہ ہو کوئی موٹی
ہر اک شخص کھائے برابر سے روٹی
یہ کہتے تھے گاندھی لگا کر لنگوٹی
مگر تم نے بکوائے بیلن چکوٹی

○

کیا تھا جن کے لیے وقف جائدادوں کو
ٹھکانے تم نے لگایا ہے ان ارادوں کو
تم اس طرح سے چلاتے ہو دفتر اوقاف[1]
سمجھ لیں لوگ غلط اپنے باپ دادوں کو

○

میں بھی آجاؤں وزارت میں اگر
کون سی اس میں بُرائی ہوگی
ٹور فارن کا لگے گا ہر سال
لڑکیوں کی بھی سگائی ہوگی

---

[1] اوقاف کا موجودہ انتظامیہ بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر رہا ہے

○

کر رہا ہوں اپنی کرکٹ ٹیم کا میں انتظار
جس نے دنیا بھر میں بھارت کو کیا ہے شرمسار
سوچتا ہوں آئیں جب انگلینڈ سے یہ نونہال
ڈال دیں ان کے گلے میں لوگ جرابوں کے ہار

○

یوں تو یتیم خانے میں پانچ ہی بچّے ہیں یتیم
سیوا میں اُن کی رہتی ہے تیس ملازموں کی ٹیم
پاتے ہیں اونچی تربیت عیش میں بھی ہیں اسطرح
نورِ جہاں کو جس طرح آنکھوں میں رکھتا تھا سلیم

○

تجریدی ادب لوگوں میں یوں عام نہیں ہے
اس میں کسی جدّت کا کہیں نام نہیں ہے
مغرب کے سمجھنے کی ہے یہ شعبدہ بازی
مشرق کے سمجھنے کا یہ ابہام نہیں ہے

○

تھرڈ بھی تو ڈویژن آ نہ سکا
سب سے پیچھے تھا میں پڑھائی میں
جب سے چینگی میں ہوگیا نوکر
پانچوں گھی میں ہیں سر کڑھائی میں

○

بنی ساتھی جو اپنی عمر بھر کی
بتائیں کس طرح اُس سے بسر کی
کبھی دیکھا نہیں اُس کو پلٹ کر
ہمیشہ تیر تکوں پر گزر کی

○

مارکٹ میں بلا سے کچھ بھی بکے
تو بنی رہتی ہے مری دم ساز
ایک لمحہ جُدا نہیں ہوتی
مفلسی میری، تیری عُمر دراز

○

تلاشِ گندم و جو میں لگے ہیں
ہر اک چپکا ہوا ہے اپنے گھر سے
بتاؤ کون ہے شاکر علی خاں
کفن باندھے ہوئے ہے کون سر سے

○

جنگ آزادی لڑی تھی اس لیے
ہم کو حاصل ہو جہاں میں برتری
کل کے زخموں کے نشانوں کا صلہ
جہدِ آزادی تھی یا سوداگری

○

تہذیب جن کی لونڈی تھی، شائستگی غلام
اب سارے عیب اُن سے ہی منسوب ہو گئے
شیروں کی طرح کل جو گرجتے تھے دوستو
اسمگلروں سے، چوروں سے منسوب ہو گئے

○

غم سے پائی نہیں نجات ابھی
شب کے نرغے میں ہے حیات ابھی
سیکولر تھارٹ اور قدیم روش
دونوں چلتے ہیں، ساتھ ساتھ ابھی

○

آگ سے بھی یہ جل نہیں سکتی
اور پانی سے گل نہیں سکتی
بھوک بھاگے گی صرف روٹی سے
لاٹھی، گولی سے ٹل نہیں سکتی

○

یوں تو یہ اپنے ہیں، اپنا خون ہیں
کُرسیاں دیدو تو افلاطون ہیں
کوٹھیوں میں کوئی جا کر دیکھ لے
باتھ رومو‌ں تک میں ان کے فون ہیں

○

کسی کے گھر کبھی جاتے تھے ملنے
تو کہتا تھا یہیں رہ جاؤ دن بھر
گرانی تو نے کیا کر دی یہ حالت
وہ گھر رہ کر نہیں ملتا ہے گھر پر

○

ناز ہے جن پر وطن کو ہم میں وہ مکھڑے بھی ہیں
دھرتی ماتا کے جگر پر آپ ہم ٹکڑے بھی ہیں
لوگ خوش ہیں نغمی صاحب روس ہو آئے مگر
اس ہمارے شہر میں کچھ لوگ جل ککڑے بھی ہیں

○

جیت کر اپنی بازی ہار گیا
نکلا قسمت کا کس قدر ہیٹا
اک سپاہی کے قتل کرنے پر
پھنس گیا ہے وزیر کا بیٹا

نعرے جلسوں میں لگیں کتنی بلند آواز سے
کار کے پھاٹک کو کھولا جائے کس انداز سے
پھر سے چمچوں کی ٹریننگ آج ہونا چاہیے
تاکہ واقف ہو سکیں یہ لوگ اپنے کاز سے

تم سے ہی ہم پوچھتے ہیں دوستو
کیا یہی ہوتا ہے جمہوری نظام
ووٹ لینے آؤ تو پیروں پڑو
بیٹھ کر کرسی پہ لو سب کا سلام

شیوا جی کا سیکولر کردار تھا
ظلم سے وہ برسرپیکار تھا
ہندو مسلم سکھ تھے اُس کے آس پاس
اک مسلماں فوج کا سردار تھا

○

کل ہی تو اخبار میں، میں نے پڑھی تھی یہ خبر
ایک لڑکی کا دُپٹّہ لے کے دو لڑکے بھگے
جب ہوئی تحقیق تو ظاہر ہوا یہ حالِ زار
دونوں لڑکے اصل میں لڑکی کے تھے بھائی سگے

○

بدل بھی جائے جو راجیو گاندھی
نہ کام ہوگا کوئی نمایاں
سڑا ہوا مال ہے کچن میں
بدل رہے ہیں وہ خانساماں

○

اردو والوں کے جانتا ہوں کس
پوری کرتے ہیں اپنی ساری ہوس
ماں کی خدمت میں ہیں مگر بے بس
سانپ جیسے گیا ہو ان کو ڈس

○

ماں کی آنکھوں سے دور بیٹھے ہیں
ڈاکٹر کے حضور بیٹھے ہیں
نغمی صاحب جو کل ہنساتے تھے
آج خود غم سے چُور بیٹھے ہیں

○

دھوپ میں آپ ہم سُلگتے ہیں
اُن کے بنگلوں میں ٹٹیاں خس کی
ہر جگہ بک رہا ہے کولڈ ڈرنک
ہم خریدیں نہیں ہے یہ بس کی

○

شہر میں توڑ پھوڑ فرمانے
روز یہ کام کر رہا ہے نزول
مرج کر دو اسے میونسپل میں
ہو چکا ہے یہ محکمہ تو فضول

○

سنجے کی خطاؤں کو بھی اب دل سے بھلاؤ

یہ جنتا حکومت بھی نہیں تنگ نظر کیا

نقشہ ہے وہی آج بھی کل ہو چکا جو کچھ

رسوا نہیں بھارت میں تمہارے بھی پسر کیا

○

کون جانے کھٹا ہے نمکین ہے

ہر فلم میں بوسے کا اک سین ہے

اپنی تہذیب و تمدن پر جناب

پڑھنے کو اب سورۂ یٰسین ہے

○

آم آکر چلے گئے ایسے

ہم نے دیکھا نہ ہو انھیں جیسے

سن ستاسی میں ڈٹ کے کھائیں گے

بینک سے قرض لیں گے کچھ پیسے

○

کل جو دیکھا تھا میاں وہ ہی نظارا دیکھا
ہم نے ہر دور میں دُمدار ستارا دیکھا
سینما ہال وہی، دیکھنے والے ہیں وہی
ہم نے دیکھی ہوئی پکچر کو دوبارا دیکھا

○

ہم میں جب تک بَیر رہے گا
دیش میں بھی اندھیر رہے گا
لُٹیا پُنجیا سب ڈوبے گی
لال قلعہ میں غیر رہے گا

○

یوپی کے لیڈروں کے چناؤ کی فکر ہے
کچھ ورکروں کو مُرغ پُلاؤ کی فکر ہے
اُن میں سے کچھ کو ڈوبتی ناؤ کی فکر ہے
ووٹر کو صرف گیہوں کے بھاؤ کی فکر ہے

بھکمری، بیروزگاری اور نراج
ان کی شدت ہی میں ہے ان کا علاج
لوگ تنگ آکر کریں گے احتجاج
اور الٹ دیں گے دغا بازوں کا راج

جو بھی ہے اس دور میں زندہ بڑی مشکل میں ہے
اور پتہ چلتا نہیں ہے کون کس منزل میں ہے
سرسری کچھ جائزہ لینے سے ہوتا ہے یقیں
دیش کا ہر رہنے والا کوچۂ قاتل میں ہے

شاعر تو مکاں اپنے بنا ہی نہیں سکتے
چاہے یہ گلے پھاڑیں قلم اپنے گھسیٹیں
ان نظموں سے ان غزلوں سے اس دور میں صاحب
بازار میں مل سکتی نہیں چار بھی اینٹیں

○

ستوریوں کو پکڑنے لگے پولس والے
کسی طرح سے بھی آتا نہیں ہے دل کو یقیں
ہر ایک چھاپے پہ رہ رہ کے سوچتا ہوں میں
خدا نخواستہ یہ بھی ملی بھگت تو نہیں

○

ہمارے ذہن سے کب تک یہ بات جائے گی
کہ جنتا[1] پارٹی لوگوں کے کام آئے گی
بنی ہوئی ہے ابھی تک نئی نویلی دلہن
نہ جانے ہاتھوں سے مہندی یہ کب چھڑائے گی

○

اچھے اچھے پینے والے ہم سے گھبرانے والے
ہم بھی اب ساغر سے ساغر ان سے ٹکرانے لگے
فاقوں کے آثار اب گھر میں نظر آنے لگے
کل جو شرماتی تھی ہم سے اُس سے شرمانے لگے

---

[1] بھارتیہ جنتا پارٹی

کام بن بن کے تیرے بگڑیں گے
اور آئیں گی مشکلات ابھی
چاند پر جا کے خوش ہے تو ناداں
گرد گھومے گی کائنات ابھی

جا رہا ہے کس طرف اپنا سماج
کام اس میں ہو رہے ہیں سب ہی آج
کس قدر بے حس ہیں یہ اہلِ قلم
چار دن سے جاں بلب ہے اپنا ناج

مسائل جوں کے توں اپنے رہیں گے
ترنگا جب تلک ہاتھوں میں ہوگا
یہ چمچے آپ کو دیتے رہیں گے
دماغ الجھا خرافاتوں میں ہوگا

○

ہم نے کسی کے آگے دامن نہیں پسارا
خود اپنے بازوؤں سے گھربار کو سنوارا
دانشوروں کو اعلیٰ اعزاز سے نوازو
ناداری کا وظیفہ ہم کو نہیں گوارا

○

رند پی لیں نہ کنٹری دارو
کیتنی چبتا ہے کھادی پوشوں کو
قابلِ غور ہے یہ ہمدردی
دو بدھائی وطن فروشوں کو

○

دال کھا روں پر نہیں ہے دسترس
سوچیں کیا اخروٹ و کاجو کے لیے
اندرا گاندھی ہیں فقط اس موڈ میں
راستہ ہو صاف راجیو کے لیے

کیبنٹ میں آگیا مسلم وزیر
اِن دنوں اُس کی ضرورت تھی شدید
شہر کے معصوم شہری بھائیو
سب مناؤ مل کے اب جشنِ حمید[1]

راتدن کریں محنت نیچ ذات کہلائیں
پونجی واد کی ہم پر چھاپ کتنی گہری ہے
اس سماج کی قدریں چل رہی ہیں سر کے بل
جو حرام کی کھائے باوقار شہری ہے

راجیو گاندھی سے کون ڈرتا ہے
کب کلکٹر کا خوف ہے طاری
گاؤں میں دو ہی ہستیاں بھاری
سر پہ بھگوان، نیچے پٹواری

---

[1] مدھیہ پردیش کیبنٹ کے وزیر

مہنگائی بڑھ رہی ہے انھیں کے طفیل سے
کچھ بھوت ہیں جو لپٹے ہیں شاطر چڑیل سے
ان بھاشنوں سے ڈر نہیں سکتے بلیکیئے
یہ اژدہے حلال نہ ہوں گے غُلیل سے

ان سے ملو کہ زعم انھیں لیڈری کا ہے
ہیں آدمی دماغ مگر لومڑی کا ہے
اونچی جو ان کی ناک نظر آتی ہے تمہیں
اس میں کمال سب سے بڑا سرجری کا ہے

گووند[1] پورے کی سیٹ پہ جن سنگھ ڈٹ گئی
بھائی رتن کمار کی کشتی اُلٹ گئی
سب ہی نے زور مارا کہ ہو جائیں یہ سپھل
مانجھا خراب تھا تو پتنگ انکی کٹ گئی

---

[1] بھوپال بی ایچ ای ایل کی کالونی

ہندو و مسلم کی خدمت میں ہے یہ ادنیٰ بھاؤ
لاکھ بہکائے کوئی آنے نہ پائے من مٹاؤ
اس طرح اِک جان ہو کر ہم کو رہنا چاہیے
دودھ اور پانی میں جیسے مٹ گیا ہے بھید بھاؤ

یہ آنکھیں کتنی ضروری تھیں آدمی کے لیے
یہ سُرمہ اور یہ کاجل بنا ان ہی کے لیے
وہ آنکھیں پھوڑ دیں تم نے جو تھیں سبھی کے لیے
ترس رہی ہیں اندھیرے میں روشنی کے لیے

ہو گئی چالو سپر سے بند گھڑی
سوئی گھومے گی صرف ڈائل پر
کم سے کم صدر، وقف بورڈ کا اب
پڑھ کے سائن کرے گا فائل پر

گاندھی نے محبّت کے لیے جان گنوائی
نفرت کی فضا من کو کبھی اُس کے نہ بھائی
ہم اُس کے اصولوں کی جو دیتے ہیں دُہائی
اِک دوسرے کی کرتے ہیں جوتوں سے پٹائی

مفلسی میں آدمی خوددار رہ سکتا نہیں
وہ تو ہوجاتا ہے سر سے پاؤں تک چکنا گھڑا
ہیکڑی میں کچھ بھی کہہ لے چاہے اپنے آپکو
کر نہیں سکتا ہے لیکن خالی بورے کو کھڑا

معبدوں میں عبادتیں کرکے
میکدے جاکے ہم نہیں پیتے
ایک ہے اپنا ظاہر و باطن
دوہری زندگی نہیں جیتے

○

ہم کو تو سوشلزم بہر طور چاہیے
پھر اس کے بعد بھی ہمیں کچھ اور چاہیے
مانا کہ اب بھی آپ کو کچھ غور چاہیے
روٹی ، مکان ، کپڑا تو فی الفور چاہیے

○

تشنہ لبوں نے حقے کی نے جب سے توڑ دی
حقے نے گُڑگُڑانے کی عادت ہی چھوڑ دی
امریکہ ویت نام میں ہارا ہے اس طرح
بکری نے جیسے شیر کی گردن مروڑ دی

○

روس کی امداد جب کابل گئی
اچھے اچھوں کی حقیقت کھل گئی
مے کشوں کے ہاتھ آیا میکدہ
کارٹر کے ہاتھ سے بلبل گئی

دیش کی معیشت کو کب تلک سنبھالو گے
ان اجارہ داروں پر کیسے ہاتھ ڈالو گے
چل رہی ہیں امریکن کشتیاں جو صوبوں میں
اُن کے بادبانوں کی کب ہوا نکالو گے

کل ہمیں یہ بھی نہیں معلوم تھا
آم کے اندر ہُوا کرتا ہے رَس
جہدِ پیہم سے یہ دن بھی آ گئے
آسماں تک ہو چکی ہے دسترس

جنگ کی تدبیریں سب بے سُود ہیں
ہند میں مہماں شری داؤد ہیں
اس پہ بھی ناراض کچھ مردود ہیں
کیسے یکجا سیب اور امرود ہیں

○

حکمرانِ وقت ہیں نشّے کے سرور میں
سابقہ حکومتیں مٹ گئیں غرور میں
اندرا گاندھی ہٹ گئیں آ گئے مُرارجی
آسمان سے گرے پھنس گئے کھجور میں

○

یہ امریکہ بھی ہے بھٹّو کا دشمن
تنِ تنہا ضیاء الحق نہیں ہے
گلے تک آ گیا پھانسی کا پھندا
مگر بھُٹّو کا چہرہ فق نہیں ہے

○

ہر ملازم کے لیے ہے اِک لمٹ
اس سے آگے نوکری کرنا محال
یہ سیاست داں مگر ہٹتے نہیں
پنشن لیتے ہیں بعدِ انتقال

○

وہ نہ رُستم ہیں نہ افلاطون ہیں
میں ہوں اطریفلؔ تو وہ معجون ہیں
اے دلِ ناداں نہ تو اُن سے جھپک
صنفِ نازک میں وہ اک خاتون ہیں

○

حیا آتی نہیں تم کو ذرا بھی
بتاؤ ناک اپنی تم نے کیا کی
ابھی تک صبر تھا روتے ہیں لڑکے
ہیں اب اسکول کے ٹیچر بھی شاکی

○

یہ سیاست ہے کہ بازی تاش کی
اہمیت ہے اس میں زندہ لاش کی
اپنا مقصد پورا کر لینے کے بعد
جان لے سکتے ہیں جے پرکاش کی

رام کی تقلید ہے اس دور میں بالکل فضول
جمع کرتے تھے جو ہولی کے لیے ٹیسو کے پھول
میں نے پچکاری میں بھر لی ہے غلاظت اور دھول
تاکہ ہولی پر کروں میں سارے لوگوں کو ملول

اُس نے تنہائی میں کہا مجھ سے
کیسے سوئیں گے اب رضائی میں
اب الاؤ پہ تاپنا ہوگا
سردی گزرے گی اب جُدائی میں

ایک دن میں کم سے کم دو چار مرتے ہیں ضرور
کوئی بس سے کوئی اسکوٹر سے کوئی کار سے
چل رہی ہیں ہاتھ ٹھیلوں کی طرح یہ موٹریں
لوگ لیکن چل رہے ہیں جیٹ کی رفتار سے

○

بازوؤں میں جن کے رہتا ہے شباب
وہ بھلا لائیں گے کیسے انقلاب
آج کل کے نوجوانوں کا ہے شغل
ہالی وڈ کی فلمیں، جاسوسی کتاب

○

جب تک ٹائم پاس کرو گے
دیش کا ستیا ناس کرو گے
تم ہو پونجی واد کے دُشمن
کب تک یہ بکواس کرو گے

○

دلّی والو ! یونہی فساد کرو
اور کیا تم سے ہم کریں آشا
ظالمو ! اُن کو قتل کر ڈالا
ہاتھ پاؤں میں جن کے تھا رعشہ
تم سے تو جانور بہت اچھّے
جو سمجھتے ہیں پیار کی بھاشا

مُشکلیں درپیش ہیں اتنی جناب
ان سے بچنے کا کوئی یارا نہیں
بڑھتی مہنگائی گھروں کی قِلّتیں
لڑنے بھڑنے کے سوا چارہ نہیں

قیدِ تنہائی قیدیوں کو ملے
تو سمجھ لو کہ اُن کی موت آئی
نغمیؔ صاحب کو کاش مل جائے
زندگی بھر کی قیدِ تنہائی

چھڑ گئی جنگ کرداروں کے بیچ
انگلیاں رکھ دی ہیں انگاروں کے بیچ
نغمیؔ صاحب آپ اور فکرِ سخن
ایک کشتی اور منجدھاروں کے بیچ

○

اپنے گھر پر کبھی بُلاؤ ہمیں
ہم بھی دیکھیں کہ زندگی کیا ہے
تم بھی دیکھو ہمارے گھر آکر
مفلسی کیا ہے گندگی کیا ہے

○

یہ جو کاغذ ہیں ہمارے ہاتھ میں جو پین ہیں
ساری چیزیں اپنے احساسات ہی کی دین ہیں
ہم لکھا کرتے ہیں لیکن یہ نہیں رکھتے خیال
لوگ کس نغمے کو سُننے کے لیے بے چین ہیں

○

اُن کا خط آنا کوئی کم تو نہیں
یہ خوشی ہے غم و الم تو نہیں
کھولنے میں لفافہ ڈرتا ہوں
سوچتا ہوں کہ اس میں بم تو نہیں

○

آنکھ ملا سکتا ہے کوئی !
گیہوں چاول کھاروں سے
سر کو جھکا کر گزرو نغمیؔ
شہر کے ان بازاروں سے

○

نہ اٹھے درد پھر سینے میں میرے
طبیعت میری کتنی ڈر رہی ہے
نہ نرسیں خوبصورت ہیں یہاں کی
نہ بیوی ہنس کے باتیں کر رہی ہے

○

چلّی کی طرح دلّی میں بن جائے حکومت
کچھ لوگ اسی تاک میں ہیں خون کے پیاسے
ہم سب کا کوئی اُن سے تعلق ہے نہ رشتہ
دراصل یہ ہٹلر ہی کے ہیں پوتے نواسے

○

کر دیا تم نے ہمیں بس پر سوار
دوستی کی یوں نہ رسوائی کرو
دے نہیں سکتے اگر تم پیٹرول
کم سے کم کچھ اونٹ سپلائی کرو

○

ہوگیا فیشن کا اتنا تو اثر
دھوکا کھاتے ہیں یہاں اہلِ نظر
مرد عورت کا پتہ چلتا نہیں
کون سی مادہ ہے ان میں کون نر

○

تو کاہے کو ٹوٹے ہوئے پر تول رہا ہے
کیوں امن کے ماحول میں وِش گھول رہا ہے
رشیا[1] یہ کہے گا کہ کرو پاک پہ حملہ
یہ تیری صدا ہے کہ نمک بول رہا ہے

---

[1] مرارجی ڈیسائی کے بیان پر

○

ہر اک رہنما کا ہے دعویٰ زبانی
دبے پاؤں جائے گی واپس گرانی
یہ کیا کم ہے سرکار کی مہربانی
نہ رہنے کو گھر ہے نہ پینے کو پانی

○

تیل نو من ہو نہ ہو اس کی کوئی چنتا نہیں
ناچنے کے واسطے راضی تو رادھا ہو گئی
قرض میں ڈوبے ہوئے ہیں سر سے لیکر پاؤں تک
فوجی طاقت تو مگر سب سے زیادہ ہو گئی

○

رہزنوں کو میں راہ بر لکھوں
کروں قاتل کو چارہ گر تسلیم
چاہے چھن جائے یہ قلم میرا
ہو سکے گا نہ یہ گناہِ عظیم

○

سب ہی خفا ہیں ہم سے اِڈلی ہو یا ہو ڈوسا
ہو نائلون تاشہ، لٹّھا ہو یا کہ کوسا
مہنگی ہر ایک شئے ہے پاپڑ ہو یا سموسہ
لنگڑا بنارسی ہو یا لکھنؤ کا چوسا

○

بھارتی میکش ہیں کتنے لاجواب
رات دن پیتے ہیں چُھپ چُھپ کر شراب
میٹ جھٹکے کا مگر کھاتے نہیں
اور کبھی کھاتے نہیں پِگ کے کباب

○

کارخانے چلتے ہیں فصلیں لہلہاتی ہیں
موٹریں بھی ڈھل ڈھل کر مارکٹ میں جاتی ہیں
ہم کو کچھ نہیں معلوم کوئی ہم کو بتلائے
یہ ہماری اولادیں کس کے کام آتی ہیں

○

آپ کا یہ دشتِ شفقت مرحبا
زندگی بے چین ہوکر رہ گئی
پھنس گئے ہیں اک اندھیرے غار میں
بھوک نصب العین ہوکر رہ گئی

○

کہیں ذرّے ستارے بن گئے ہیں
کہیں خوں ، تھوک ہوتا جا رہا ہے
یہ انساں چاند پر پہنچا ہے جب سے
فلک مشکوک ہوتا جا رہا ہے

○

پڑھ رہا ہوں اک خبر اخبار کی
اور وہ بھی صوبۂ بہار کی
یہ چھپا تھا جیب کترے کا کمال
کاٹ ڈالی جیب تھانیدار کی

یہ ہمارے صوبے کی سرحدی ریاست ہے
خالصہ کا جس میں اک نعرۂ بغاوت ہے
ٹکڑے ٹکڑے کرنے وہ جا رہے ہیں بھارت کو
جن کو پیار سے نفرت عشق سے عداوت ہے

اسکاچ کے نشے میں مدہوش ہو رہے ہیں
ڈنلپ کے نرم و نازک صوفوں پہ سو رہے ہیں
اِن کے ڈرائیور جو کاریں لیے کھڑے ہیں
کورے کلیجے ان کی جانوں کو رو رہے ہیں

اِک شکایت کر رہا ہوں آپ سے
جس کو کرنا تھا بسوں کے باپ سے
میں کھڑا رہتا ہوں بس اسٹاپ پر
اور بس رُکتی ہے دور اسٹاپ سے

○

پھر الکشن میں چُن گئے غدّار
جشن کا ان کے اہتمام کرو
مصلحت کا یہی تقاضہ ہے
ڈاکوؤں کا بھی احترام کرو

○

جذبوں کی پاکیزگی، سیرت، خلوص و احترام
سب برائے نام ہیں، تہذیب اک شوروم ہے
دورِ حاضر کا یہ انساں بن گیا ہے خود مشین
چلتا پھرتا جسم لیکن رُوح سے محروم ہے

○

چیزوں کے بھاؤ تیز ہیں اِنکم قلیل ہے
ہر ملک خستہ حال ہے ان کی دلیل ہے
سب ہی کو اسپتال میں داخل کریں جناب
اس دَور میں سبھی کی طبیعت علیل ہے

شاعر ہمارے شہر میں یوں تو ہیں بے شمار
کچھ اُن میں پھُس پھُسے ہیں تو کچھ اُن میں جاندار
گھرّو میاں کی ملتی نہیں ہے کہیں مثال
کرتے ہیں ظالموں پہ دھڑلّے سے جم کے وار

پین میں سیاہی کو کب تلک بھرا جائے
جان لیوا دُکھڑوں کو کب تلک لکھا جائے
جلسے اور جلوسوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا
کیا مُسلح ہو کر اب آپ سے لڑا جائے

میرے معالج کہتے ہیں یہ
دل خوش رکھوں غم نہ کروں میں
بہن مرے یا ماں مرجائے
اپنی آنکھیں نم نہ کروں میں

پوسٹ مارٹم

مصطفیٰ تاج

مصطفیٰ تاج کس کے بچے ہیں
کتنے جھوٹے ہیں کتنے سچے ہیں

طنز میں ان کے جان ہے کہ نہیں
اپنے بھارت کی شان ہے کہ نہیں

مقصدیت سے کام ہے کہ نہیں
مینڈکی کو زکام ہے کہ نہیں

درحقیقت ادب کی کیاری ہیں
گندے انڈے سڑی سپاری ہیں

جھوٹی شہرت کے پیچھے پھرتے ہیں
غیر عورت کے پیچھے پھرتے ہیں

سر میں اب ان کے بال ہیں کہ نہیں
سیب کی طرح گال ہیں کہ نہیں

ہیں ترقی کے ان کی امکانات
اِن پہ بھوپال کے ہیں احسانات

دور رہتے ہیں اپنے پیاروں سے
ان کا رشتہ ہے غم کے ماروں سے

درحقیقت ہیں یہ جہاں دیدہ
جتنے ہنس مُکھ ہیں اُتنے سنجیدہ

اونٹ کے سامنے کھڑے ہیں یہ
نغمی صاحب سے کب بڑے ہیں یہ

○

مصلحت انگیزیوں کا ہے عروج
آ گئے چکر میں سب کلدار کے
کیفؔ ہوں، شعریؔ ہوں یا اخترؔ سعید
سب قلم ہیں جیب میں سرکار کے

○

یہ نہ ساغر ہیں اور نہ بادہ ہیں
یہ مہذب ہیں اور نہ دادا ہیں
نام ان کا شمیمؔ احمد ہے
در حقیقت گلِ پیادہ ہیں

○

مفتیٔ سیاست کی دیکھے کوئی ہشیاری
اپنے ہی عزیزوں کو بخشی سپہ سالاری
چلتی رہیں اندرا جی گران ہی کے کہنے پر
سرکار چلائیں گے افیون کے بیوپاری

سچے فن کار چاٹتے ہیں دھول

آج کل کس قدر گھٹالا ہے

جوتے چٹخارتے پھرو رفعت[1]

کاسہ لیسوں کا بول بالا ہے

ہر گھڑی موجود رہتا ہے یہاں کوئی ولی

صبح کو محمود[2] و شرقی[3] ، شام کو شاکر علی[4]

نورتن مجّو میاں کے چائے پر جڑتے ہیں روز

یا خدا آباد رکھنا شیخ بتّی کی گلی

نہ ہم رند تم کو نہ زاہد کہیں گے

تخلص ہے شاہد[5] تو شاہد کہیں گے

اگر مر گئے تم تو اہلِ قلم سب

ادب کا تمہیں اک مجاہد کہیں گے

مگر مجھ کے مل کر بہائیں گے آنسو

تمہیں شہر کا فردِ واحد کہیں گے

---

[1] رفعت الحسینی [2] محمود الحسینی [3] شرقی عثمانی [4] کامریڈ شاکر علی خان [5] شاہد بھوپالی

اوّل اوّل دل کی دھڑکن تھے حمیدؔ[1]
پھر ہوئے نہرو کے شاگردِ رشید
چارم ان میں ہے نہ کوئی شئے لطیف
بالا صاحب دیورس کے ہیں مُرید

نبض دیکھو نہ ڈاکٹر ماتھُر
کچھ ترقّی کے بھی بتاؤ گُر
ان وزیروں کو اور گورنر کو
کس طرح سے بنا رہے ہو دُھر

یوں تو گھرّو میاں ہے میرا نام
کپڑے سیتے کٹی ہے عمر تمام
شاعری کا مرض ہے کچھ ایسا
جیسے ہو جائے مینڈکی کو زکام

۱؎ حمید قریشی بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیڈر

⭕

ڈانگے صاحب ہیں اور ہیں بھی نہیں
اور اب گانٹھ سے گئے بھوپیش[1]
پارلیمنٹ میں لڑے گا کون؟
آئیں گی جب مصیبتیں درپیش

⭕

دوارکا داس اور عارف[2] کا
یوں تو جھگڑا بہت ہے پیچیدہ
ہے مسرت کہ اک صحافی نے
اپنا اُلّو تو کرلیا سیدھا

⭕

آؤ جن سنگھ میں مسلمانو!
رہنما اس کے بھائی عارف ہیں
اب یہ سی آئی اے سے لیں گے گرانٹ
ان کے سر آپ کے مصارف ہیں ·

---

[1] اشتیاق عارف [2] عارف بیگ

○

ہیں مقرر نہ یہ کوئی شاعر
جانتا ہوں میں حال بانکے[1] کا
ان کے کیسے میں ان کا کچھ بھی نہیں
جو بھی کچھ ہے وہ سب ہے مانگے کا

○

اپنا بھوپال بھی ہے خوب جگہ
اہلِ دانش کو دے رہا ہے سزا
من رہا ہے یہاں پہ جشنِ رضا[2]
شہر کے لوگ لے رہے ہیں مزا

○

مل گیا تو بھی لیڈروں سے وفا[3]
تیرے سر پر ان گدوں کا ہاتھ ہے
ہم کھڑے ہیں آج تک لوگوں کے بیچ
شہر میں تو آج بے اوقات ہے

---

[1] واحد علی بانکے [2] رضا رام پوری [3] وفا صدیقی

○

عیسیٰ بھائی کریں مسیحائی
یہ مصیبت بھی اپنے سر آئی
اُن کی کرتے ہیں یہ پذیرائی
جو بڑھاتے ہیں روز مہنگائی

○

اندرا کی کانگریس میں بھی بھیل ہوگیا
غفران[1] اور "پردھان[2]" کا بھی میل ہوگیا
شنکر[3] نے بھی عزیز[4] کو بیٹا بنالیا
اب اختلافِ رائے بھی اِک کھیل ہوگیا

○

ہمارے شہر کے شاعر ہیں اِک متین[5] نیاز
کہ جن کے شعروں میں ہوتا نہیں ہے سوز وگداز
نہ ہجر ان کے یہاں ہے نہ وصل کی لذّت
نہ ان کو عشقِ حقیقی، نہ ان کو عشقِ مجاز

---

[1] غفرانِ اعظم [2] کے این پردھان [3] شنکر دیال شرما [4] عزیز قریشی [5] عبدالمتین نیاز

○

تم بھی بچ نہیں پائے اس عذاب سے عارف[1]
چور اور لفنگوں کا تم پہ پڑ گیا سایا
میں بھی آج کہتا ہوں، لوگ بھی یہ کہتے ہیں
ایشین ٹریڈر کا تم نے روپیہ کھایا

○

ملازم! دفترِ اوقات کے سب
بہت خوش رہتے ہیں مُنّو میاں سے
کسی سے کچھ وہ کہتے ہی نہیں ہیں
کہ مارو کھاؤ جی چاہے جہاں سے

○

منفرد طنز کار ہوں نغمی
میں کہوں گا نہ ایسی بات ابھی
ہاں مگر فکر تونسوی کے بہ قول
مجھ میں گم ہیں مری صفات ابھی

---

[1] عارف بیگ

یہ ہمارے نہ یہ تمہارے ہیں
واہ کیا ڈاکٹر کٹارے ہیں
پاس رہ کر بھی دور ہیں اتنے
جتنے دھرتی سے چاند تارے ہیں

معترف ہوں میں سبزواری کا
اک نمونہ ہیں وضع داری کا
یہ کراچی میں ہوں کہ بھارت میں
پھول ہیں یہ ادب کی کیاری کا

رضاؔ کو میں اچھی طرح جانتا ہوں
وراثت میں ان کو ملی چاپلوسی
طوائف کے کوٹھے کا پانی پیئے ہیں
ہے شام و سحر مشغلہ جی حضوری

۱؎ محمد احمد سبزواری ۲؎ رضا رام پوری

بھائی عارفؔ[1] سے لو سبق یارو
پاس جو کچھ تھا سب ڈبو بیٹھا
اپنی گڈول بھی یار نے کھو دی
پنیشن سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا

عابد اختر کی رہنمائی میں
جشن ایک اور منے والا ہے
"کاروانِ خلوص" کے ہاتھوں
احمق ایک اور بننے والا ہے

میں کوشش کر رہا ہوں دس برس سے اپنی امکانی
اسے لا حاصلی میری کہو یا میری نادانی
خدا کے واسطے تم ہی بتاؤ مجھ کو دُرّانیؔ[2]
سمجھ میں کیوں نہیں آتے ہیں یہ مقصودِ عمرانی

---

[1] عارف بیگ   [2] عزیز درانی خود ایسی شخصیت ہیں جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتے

○

اب لکرکٹ کو میاں نائی کہو
دھوم کیتو کو بھی پرسائی کہو
ڈپلومیسی کا تقاضہ ہے یہی
دشمنوں کو بھی سگا بھائی کہو[1]

○

در در کی جب سائی کا آزار ہو گیا
جو کچھ پڑھا لکھا تھا وہ بیکار ہو گیا
پل بھر میں چھوڑ چھاڑ کے حُبِ حسینؓ کو
کاظمؔ یزیدیوں کا طرف دار ہو گیا[2]

○

لوگ کہتے ہیں انھیں اقبال سیٹھ
کالے خاں کے آپ ہیں نورِ نظر
ذہنی عیاشی ہے ان کا مشغلہ
بزم قوالی کبھی، جشنِ ہنر[3]

---

[1] ہری شنکر پرسائی [2] کاظم رضا راہی [3] ہنر ساگری

ہنرؔ[1] جیسا شاعر ہوا ہے نہ ہوگا
ادب کا بجاتے ہیں سب ہی نگاڑا
زباں اُس کی لونڈی، بیاں اُس کا لونڈ
یہ وہ ہے کہ جس نے ادب کو پچھاڑا

خدا خوش رکھے تم کو گوہر جلالی
خدا نے تمہاری بھی حالت سنبھالی
یہ جنتا حکومت تمہیں راس آئی
ادیبوں کی جس نے کمر توڑ ڈالی

کبھی ایک چائے پلا دے کسی کو
ہمیشہ رہی دوستوں کی تمنّا
بڑا کائیاں ہے سدا آرام کھنّہ
چُھڑا لے گا ہتھنی کے منہ سے یہ گنّا

---

[1] ہُنر سا گری

یادِ رفتگاں

سفیرِ امن

میرے بزرگ محسن و مشفق رہنما پنڈت چترنارائن مالویہ کی موت پر
خراجِ عقیدت

وہ شخص جو مرے نزدیک، میرے پاس رہا
ہمالیہ کی بلندی سے کیا بلاؤں اُسے

جو سب سے ٹوٹ کے ملتا تھا پیار کرتا تھا
کوئی بتاؤ کہ کس طرح بھول جاؤں اُسے

وہ جس کو کہتے تھے پنڈت چترنرائن جی
مرا نہیں ہے وہ سوتا ہے کیا جگاؤں اُسے

وہ جس نے راہ دکھائی تھی امنِ عالم کی
وہ آج بے حس و ساکت ہے گدگداؤں اُسے

وہ جد و جہد کا پیکر، وہ امن کی آواز
وہ سب سے روٹھ گیا ہے تو کیا مناؤں اُسے

اب اُس کا سوگ مناتا ہے سُرخ پرچم بھی
جو میرے بس میں ہو نغمتی تو میں دکھاؤں اُسے

سایہ نہیں ہے

اپنی چھوٹی بہن اخلاص بیگم کی موت پر ایک تاثر

تاریخ وفات: ۵ر جولائی ۱۹۸۶ء

کوئی چہرہ مجھے ایسا بھی لگتا
کھلا ہے اور مرجھایا نہیں ہے

پڑوسی روتے ہیں اخلاص تجھ کو
کوئی معقول ہمسایہ نہیں ہے

چلے جانا ہے اس دنیا سے سب کو
یہاں رہنے کوئی آیا نہیں ہے

ہیں غمگیں طلعت[1] و عشرت[2] یہ شفقت[3]
کہ ماں کو کھوکے کچھ پایا نہیں ہے

مری ماں دے رہے ہیں سب تسلی
ترے پرسے کو کون آیا نہیں ہے

سروں پر تیرا سایہ تھا غنیمت
یہ چھت سر پر جو ہے سایہ نہیں ہے

---

[1] بھانجی [2-3] بھانجے

دلوں میں نُور رہے گی، آج بھی ہے
تجھے دفنا کے دفنایا نہیں ہے

بہن کی موت کا غم پی لیا ہے
اِک آنسو بھی تو چھلکایا نہیں ہے

سبھی کچھ گھر میں ہے عظمت کے نعمی
بزرگوں کا مگر سایا نہیں ہے

لہ بھانجا

ہم سے رخصت ہو گئے جوشؔ و فراقؔ
اب کہاں پہلا سا اپنا طمطراق — جوشؔ ملیح آبادی
ان کی تخلیقات کو سمجھے گا کون — فراقؔ گورکھپوری
انگلیوں پہ گن لو اُن کے ہم مذاق

وہ خواب بُننے والا پرچھائیوں کا خالق
باطن کا آئینہ تھا دنیا میں جس کا ظاہر
لینؔن کا نام لیوا وہ مارکس کا دِوانہ — ساحؔر لدھیانوی
ساحر تھا درحقیقت محنت کشوں کا شاعر

علم و حکمت، آرٹ، کلچر کے لیے
کون اب بازی لگائے جان کی — ایم عرفانؔ
نو برس کے بعد اے دانشورو!
یاد آئی ہے تمہیں عرفان کی

یوں ہزاروں ہیں صحافی، لاکھوں ہیں اہلِ سخن
ہاں مگر محفوظ منظؔر کا الگ تھا بانکپن
مصلحت ناآشنا تھا، وہ خوشامد ناپسند
ہاتھ میں اُس کے قلم تھا، دل میں تھا دردِ وطن

محفوظ منظؔر بہاری

ہندو اور عیسائی کہتے تھے اسے اپنا گرو
اس سے خوش تھے اہلِ کعبہ، مطمئن اہلِ سبو
کوئی بھی شاکر علی خاں کو بھلا سکتا نہیں
وہ وطن کی آن تھا محنت کشوں کی آبرو

خان شاکر علی خاں

رُشدی[۱] و محمود[۲] کی رحلت کے بعد
آنکھ سے پنہاں ہوئے قمر الحسن[۳]
سوگواری ہے فضائے شہر پر
بجھ گئی اِک اور شمعِ انجمن

۱۔ اے۔ آر۔ رُشدی
۲۔ سید محمود الحسینی
۳۔ حکیم سید قمر الحسن

○

اب طبیعت نہیں کسی کی بحال
ملک الموت بھی ہے آج نڈھال
چھوڑ کر سب کو چل دیئے ہیں جلال
زندگی بھر رہے گا اِس کا ملال

جلالؔ قریشی

○

شہر میں سینکڑوں ہیں عبد الاحد
ہم تخلص کہاں سے لائیں گے
یہ رہیں گے مگر بقیدِ حیات
کل ہنساتے تھے اب رُلائیں گے

عبدالاحد خاں تخلص

○

چل دیئے اس جہاں سے اچھے میاں
مجھ کو مشکل سے یہ یقیں آیا
سہرے کے پھول بھی نہ سوکھے تھے
پڑ گیا ان پہ موت کا سایا

برادرم اچھے میاں کراچی

لطیفے سناتا تھا لوگوں کو دن بھر
جو روتے ہوؤں کو ہنساتا تھا ہنس کر
وہی قہقہوں کی زمیں کر کے بنجر
جدا ہوگیا ہم سے انصار انظر

انصار انظر

زندگی بھر لب سیئے رہتے ہیں ہم
یہ طریقہ ہے ہماری داد کا
آنسوؤں کو پونچھ کر سوچیں ذرا
کیا منایا جشن بھی سجّاد کا

ملّا سجّاد حسین
بانی سیفیہ کالج

میں نے یہ سوچ کے بوئے ہیں بیاباں میں شجر
ان درختوں کی جڑوں میں کوئی پانی دے گا
روپ دھارے گا کوئی موہنی دیوی کی طرح
اے وطن تجھ پہ کوئی اپنی جوانی دے گا

کامریڈ موہنی دیوی

قطبیؔ چلے گئے ہیں جو دنیا سے ناگہاں
محسوس کر رہا ہوں میں اپنے کو ناتواں
بے باک و باشعور شرافت کی اِک مثال
ہر آنکھ رو رہی ہے نہیں اب وہ درمیاں

قطبی (بھوپال)

نام جس کا گلابی اُردو ہے
اُس کا موجد اکیلا اِک تُو ہے
یاد آتی رہے رموزی تری
پھول ہیں جب تلک کہ خوشبو ہے

مُلّا رموزی

رنج و الم نے آن کے ڈیرا لگا لیا
اب سرزمینِ مصر سے سادات بھی گئے
تم غم زدہ ہو پھر بھی یہ بتلاؤ مصریو!
کیا سامراجی لوٹ کے حالات بھی گئے

انور السادات
صدر مملکت مصر

شاعر ہمارے

مُشاعرہ تھا جہاں اتنا تنگ تھا وہ مقام
ہوا بھی آئے نہ جس میں کہیں سے چار گرام

مُشاعرے میں سنایا سبھی نے اپنا کلام
محلّے والوں کی نیندیں کریں سبھی نے حرام

یہ جھوم جھوم کے اس طرح کر رہے تھے کلام
سمجھ رہے تھے کہ بیٹھے ہوئے ہیں لاکھوں عوام

علیل سب ہی تھے آرام کر رہے تھے حرام
کسی کو کھانسی تھی ان میں کسی کو نزلہ زکام

بہت سے چل دیئے شاعر سُنا کے اپنا کلام
پڑھیں گے سینئر آئے گا جب بھی اُن کا مقام

تمام رات سُنا اور سُنایا اپنا کلام
منافقوں سے بھی کرتا رہا دُعا و سلام

سبھی قبول کریں گے خوشی سے یہ الزام
بغور سُنتا نہیں تھا کسی کا کوئی کلام

وہ زوُد گو تو بہت تھے نہیں ہے اس میں کلام
قلم تھے شعروں کی چیکی زباں لُغت کا گدُام

اُنھیں بھی آپ نہ ٹھہرائیں موردِ الزام
شعوُر جن میں ادب کا نہ تھا برائے نام

دماغ میں ہے خلل یا کہ ہوگیا سرسام
ہر ایک کہتا تھا مانو ہمیں ادب کا امام

وہ چار چھ بھی چلے اُٹھ کے سامعینِ کرام
جو چاہتے تھے بگاڑیں مُشاعرے کا نظام

اکیلے صدر کو دی میں نے دادِ بے ہنگام
جنھوں نے کی تھی مری اور سب کی نیند حرام

ادب کی ہاتھ میں رکھیں گے کب تلک یہ لگام
انھیں شعوُر سکھائیں گے باشعور عوام

سخنوروں میں ہے جب تک خلوص کا فقدان
مشاعرے سے کٹیں گے رہیں گے دُور عوام

عصری ماحول

یا خدا میرے وطن میں چور بازاری رہے
مرد کے بستر کی زینت دیش کی ناری رہے

بے حسی بے چارگی ہر فرد پر طاری رہے
مفت کا راشن ہمارے واسطے جاری رہے

مسجدوں اور مندروں میں رات دن سٹّہ لگے
اپنے مذہب رنگ و نسل و ذات پر بٹّہ لگے

رات دن ہو جیب کتری رات دن "ڈاکہ" ڈلے
جھوما جھٹکی ختم ہو کر مستقل جوتا چلے

قرض لے کر دوسروں سے پھر نہ لے کوئی ڈکار
یہ ہی پیشہ اپنا سارا مُلک کر لے اختیار

قد تو بڑھ جائیں مگر مارل نہ ہو اپنا بُلند
فائدہ پہنچے اُنھیں کو جو ہوں اپنے بھائی بند

مال ایسا بیچئے بازار میں آرام سے
میٹھا اک قطرہ نہ نکلے پورے قلمی آم سے

اُردو کا پرچہ نکالیں کوئی اچھے نام سے
جھوٹی سچی خبریں چھاپیں رات دن آرام سے

یوجناؤں پر ہماری خاک بھی پڑتی رہے
دن بہ دن حالت ہماری آپ کی گرتی رہے

شہر بیں مل جائیں گے کتنے ہی ایسے بدنصیب
رہ گئے جاہل کہ اُن کے باپ دادا تھے غریب

آج کل ہے وہ مزے میں لگ گئی جس کی جُگاڑ
داؤں بھی وہ جانتا ہو کم سے کم دھوبی پچھاڑ

جینے کی ادا

کڑھن دل کی کہو گے یا یہ میری دوربینی ہے
کہ اپنے دوست کے بچے پہ میری نکتہ چینی ہے

مجھے ہے اعتراض اس پر کہ اس کو آگے بڑھنا تھا
ترقی کر کے ماؤنٹ بیٹن کی چوٹی پہ چڑھنا تھا

مگر کرتے ہیں صاحبزادے ہر دن نت نئے دھندے
ہوا سے ان کی بچتے ہیں خدا کے نیک دل بندے

ادیبوں شاعروں کے ساتھ یہ دن رات رہتے ہیں
ہمارے کیفؔ بھوپالی انھیں اصلاح دیتے ہیں

ڈرنک کے ساتھ یہ پہنے ہوئے ہیں جسم پر کھادی
ابھی سے لگ رہی ہے سب کو ان کے گھر کی بربادی

ملازم ہیں یہ سرکاری مگر کچھ اور ہیں دھندے
قلم کاروں کی جانب سے کیا کرتے ہیں یہ چندے

خوشامد چاپلوسی کو یہ بالکل ٹھیک کہتے ہیں
یہ چندے مانگتے ہیں لوگ اسکو بھیک کہتے ہیں

شہیدِ کربلا کا کہہ رہے ہیں خود کو متوالا
کیا کرتے ہیں یہ حق و صداقت کا بھی منہ کالا

جو سچ پوچھو تو جوتے چاٹنے کے سب بہانے ہیں
امیروں اور وزیروں کے مکاں ان کے نشانے ہیں

کسی نے ان کے آگے اس طرح دولت کا در کھولا
تعجب ہے مجھے مضبوط یہ کردار کیوں ڈولا

پڑھا سب کچھ مگر اس شخص نے یہ بات کب سیکھی
علیؑ کی تیغ جیسی ہو قلم کی نوک بھی تیکھی

جہاں تک میرا اپنا ہے تو گن لو ان ادیبوں میں
خوشامد چاپلوسی آئی نہ جن کے نصیبوں میں

کروں ظالم کو میں فیور تو مجھ کو شیر کھا جائے
شہیدوں کی طرح آنا ہے جب بھی موت آجائے

کل کے دوست آج کے دشمن

کٹ گئے ہیں آج مجھ سے میرے دیرینہ رفیق
صحبتیں ہیں ان کی اعلیٰ مادّے ان کے رقیق

نکتہ چینی پر چڑھاتے ہیں یہ میری ناک بھوں
میں تو منہ پر صاف کہتا ہوں بلا سے خوش نہ ہوں

آپ کے بچّوں کے قابل شہر کے کالج نہیں
ایک خط پڑھ لیں یا لکھ لیں اتنی بھی نالج نہیں

آپ پانچوں وقت کی بھی پڑھتے رہتے ہیں نماز
شہر کی کافر حسینہ سے بھی ہیں راز و نیاز

کتنے آجاتے ہیں واپس آپ کی دہلیز سے
آپ دلچسپی نہیں رکھتے کسی ناچیز سے

ہر پولیس افسر سے رشتہ اُن کے یہ نزدیک ہیں
کام جتنے بھی بُرے ہیں ان کے آگے ٹھیک ہیں

میں نہیں کہتا کہ سب غربت کے مارے نیک ہیں
ہاں مگر یہ سب سیہ کاروں کے اندر ایک ہیں

رکھ کے تہذیب و تمدن سب کے سب بالائے طاق
زندگی کی اعلیٰ قدروں کا اُڑا تے ہیں مذاق

"ممبرانِ اہلِ" خانہ سب کے سب مے نوش ہیں
ہو کے بھی اخلاقی مجرم سب کے سب نردوش ہیں

آپ اپنے ہر نئے افسر سے رشتہ جوڑ کر
تنہا بیوی کو کلب میں آ گئے ہیں چھوڑ کر

ان کا ایسا جال ہے ہم آپ سب پھنس جائیں گے
دیکھ کر ان کو زمیں میں شرم سے دھنس جائیں گے

پوری بستی کے لیے کافی ہے ان کا ایک دم
ہر تباہی کے لیے کافی ہے ان کا اک قدم

میں کہ اک جنتا کا خادم ان کا ہوں ادنیٰ حریف
ان کے قبضے میں ہے پاور میری باہنیں ہیں نحیف

بیوقوفوں کی مہربانی سے

یہ دُنیا ہے یہاں تم پیار کر لو
یہاں تم شادیاں دو چار کر لو

کِھلائیں گے تمہیں زردہ پُلاؤ!
سِکھانا تم ہمیں ہر روز داؤ!

بنانا تم ہمیں " اللہ والے"
کھلائیں گے تمہیں ہم تر نوالے

سکھانا تم ہمیں روزہ نمازیں
کھلائیں گے تمہیں ہم روز قازیں

بہت مشکل سے پایا آج تم کو
بزرگی کا پہنایا تاج تم کو

مروگے تم تو کس کو ہوش ہونگے
تمہاری لاش، سب کے دوش ہونگے

تمہاری قبر عالی جاہ ہوگی!
تمہاری قبر کیا درگاہ ہوگی!

جو ہوگا عُرس گورستاں ہجے گا!
لحد پر آپ کی باجا بجے گا!

ملے گی مجھ کو سجادہ نشینی!
عقیدت مند بھی ہوں گے یقینی!

بناؤں گا میں پھر اوروں کو اُلّو!
عقیدت مند ہوں گے، کلّو۔ ٹلّو!

برابر سلسلہ چلتا رہے گا!
چراغِ جہل یہ جلتا رہے گا!

ہمارے ذہن میں جب جھول ہوگا!
تو ڈبّہ عقل کا بھی گول ہوگا!

غلاظت کے کیڑے

ذرا ان سے ملیے بڑے نیک ہیں یہ
عبادت، ریاضت میں بس ایک ہیں یہ

بُرائی ہے ان کو دل و جاں سے پیاری
بظاہر ہیں شعر و ادب کے پُجاری

غریبوں کا بھی ان کو دن رات غم ہے
مگر ظالموں میں بھی ان کا بھرم ہے

کسی نے ذرا خیریت ان سے پوچھی
تو فوراً کہیں گے "خدا کا کرم ہے"

کبھی سامنے سے نہیں ہٹتے کھانے
مرغن غذاؤں کے ہیں یہ دوانے

یہ بہروپیوں کو بھی میک اپ سکھادیں
انھیں دیکھ کر بے حیا مُسکرا دیں

غریبوں کے دشمن امیروں کے پیارے
ہمیشہ رہے ظالموں کے سہارے

مگر آپ ہم بھی تو سوئے ہوئے ہیں
کہ بھارت کی نیّا ڈبوئے ہوئے ہیں

جو سوراج پایا ہوئے سب ہی تگڑے
کہ ہونے لگے ہندو مسلم کے جھگڑے

رہو گے اگر یوں ہی آپس میں اکڑے
تو پھر کون ظالم کی گردن کو پکڑے

نہ جانے اُٹھائیں گے کب اس کا بیڑا
کہ شرمائے ہم سے غلاظت کا کیڑا

مشورہ

آپ کو یہ فکر لاحق ہے جناب
جسم پر کپڑے نہ ہو پائیں خراب

ذہن سے کچھ کام بھی تو لیجئے
کچھ اچھوتا کام بھی تو کیجئے

ہجر کی بھی لذتیں چکھیئے ذرا
میکدے میں بھی قدم رکھیئے ذرا

دشمنوں کو بھی ذرا اپنایئے
دیدہ و دانستہ ٹھوکر کھایئے

ان سے بچئے جن کو ہو خود پر غرور
آئے نہ لب پر کبھی بھی جی حضور

بیوی میکے جائے تو یوں کیجے یاد
جیسے اچھے شعروں پہ دیتے ہیں داد

خالی اپنا گھر نہ جانا چھوڑ کر
چور گھس جائے گا تالا توڑ کر

رات کے خوابوں کا مت رکھنا حساب
دیکھنا میری طرح سے دن میں خواب

زندگی کو سمجھو ٹیڑھی کھیر ہے
آپ کے ہاتھوں میں خود تقدیر ہے

کچھ نہ کر پائیں تو پھر شرمایئے
کل کے بارے میں بھی کچھ فرمایئے

دوست، دشمن کو سمجھ پائے نہیں
اٹھ گیا سچائیوں پر سے یقیں

جو بھی کچھ تکلیف ہے کھُل کر کہو
گھر نہیں، تو جیل میں جا کر رہو

ذہن تشنہ میں پڑھو "پرچھائیاں"
مت کرو ساحر سے آنا کانیاں

اپنے شعروں سے ہنساؤں گا تمہیں
آج ہنس لو کل رُلاؤں گا تمہیں

رہنما اپنی ہی جگاڑ میں ہے

شاہراہوں پہ چل رہے ہیں ہم
ٹھنڈی آہوں پہ چل رہے ہیں ہم

گالیاں بک رہے ہیں غنڈے کھڑے
ان کے منہ تک رہے ہیں چھوٹے بڑے

درد سے، غم سے اپنا رشتہ ہے
دل کے زخموں سے خون رِستا ہے

شادی ہوگی نہ ہوگا کچھ خرچہ
لڑکی لڑکے کو بھیجے گی "پرچہ"

چھ روپے کے ملیں گے چھ کیلے
سوپ مہنگا ہے کپڑے ہیں میلے

بھیڑ اب بھی ملے گی لاری میں
جھگڑے ہوں گے ابھی کلہاری میں

بڑھ گئی ٹیچروں میں خود غرضی
درس گاہیں بھی کھُل گئیں فرضی

دادا آرام سے نہیں سوتا
سونے دیتا نہیں اسے پوتا

لگ گیا داؤ کب وہ چھوڑتا ہے
بھائی بھائی کا خوں نچوڑتا ہے

زندہ ! مُردوں سے اب بھی ہیٹے ہیں
مُردے ! زندوں کے سر پہ بیٹھے ہیں

اپنی پُنگی سبھی بجاتے ہیں
اپنا بندر سبھی نچاتے ہیں

سوچتا ہوں کہ آئی کیسی گھڑی
دیش کی ہو رہی ہے کھٹیا کھڑی

چنتا جنتا کی چولھے بھاڑ میں ہے
رہنما اپنی ہی جُگاڑ میں ہے

نئی تہذیب کے دو رُخ

یہ زمانہ عجیب ہے صاحب
کچھ عجیب و غریب ہے صاحب

حرکتیں دیکھے اپنی گر شیطاں !
عقل ہو جائے اُس کی بھی حیراں!

پُرکھے دیکھیں جو آ کے یہ دُنیا
بُدلا بدلا لگے انھیں یہ جہاں

عورتیں دیکھیں ساڑھیوں والی
صُورتیں ڈھونڈیں ڈاڑھیوں والی

پیسے دھنیاں میں ان کو لید ملے
کھانا پینا سبھی پلید ملے

کہیں اچھا کہیں خراب ملے
ہر جگہ سٹّہ اور شراب ملے

بھُوت بُھتنی اور آفتاب ملیں
چور ڈاکو ملیں نواب ملیں

آسماں پر اُنھیں پلین ملیں
دھرتی پر دوڑتی ٹرین ملیں

بیل گاڑی نہیں ہے اب ہے ٹرین
ان کے چکرائیں صبح شام برین

نائی آتا نہیں ہے اب گھر پر
گُٹھلی پھرتی نہیں ہے اب سر پر

منگنی ہوتی ہے اب تو کالج میں
یہ بھی آئے گا اُن کی نالج میں

بھائی بھائی میں جھگڑے دیکھیں گے
بیٹے باپوں سے اکڑے دیکھیں گے

غنڈہ گردی ملے گی کالج میں
بوڑھے اُن کو ملیں گے فالج میں

نوجواں دیکھیں سائنس کو بھینچے
ساڑھیاں دیکھیں ناف سے نیچے

ہر طرح دنیا اپنی جانچیں گے
روئیں گے پھر خوشی سے ناچیں گے

اعتراف
(شریکِ حیات کی نذر)

میں آج تجھ سے مخاطب ہوں میری جانِ حیات
بتا رہا ہوں زمانے کو تیرے اعلیٰ صفات

مجھے ہے فخر کہ تو ہے مری شریکِ حیات
ہر ایک غم سے مصیبت سے دی ہے تو نے نجات

خدا کا فضل ہے تجھ پر یہ مہربانی ہے
ترا ہر ایک عمل وجہِ شادمانی ہے

قدم پڑا ترا گھر میں تو گھر بنا فانوس
مسرتوں کے نکلتے ہیں گھر سے روز جلوس

اِدھر کی بات اُدھر تو لگا نہیں سکتی
جو فتنے سوئے ہیں ان کو جگا نہیں سکتی

تمام بچوں کو رکھا ہے تو نے بانہوں میں
ہیں سب ہی لوگ برابر تری نگاہوں میں

ہمیشہ سب کو مزہ آیا گھر کے سالن میں
تو رات رانی کی خوشبو ہے گھر کے آنگن میں

کسی کو بھو کا سُلا کر تو سو نہیں سکتی
ہنسی ہے غم میں مصیبت میں رو نہیں سکتی

میں سوچتا ہوں کہ مجھ میں کہاں کی شکتی ہے
جلا کے دل میں عزائم کے دیپ رکھتی ہے

کوئی بتائے یہ خوبی کہاں سے آئی ہے
تری نگاہ میں ہر شخص بھائی بھائی ہے

صبوحی اور یہ سیما تری فدائی ہیں
وہ آج لاڈلے بیٹے ہیں جو جنوائی ہیں

سمجھ رہی ہے تو بہوؤں کو بھی سگی اولاد
حقیقی معنوں میں بہوئیں ہیں تیری دل کی مراد

تو اپنے بچوں کو دیکھے گی شاد ماں ہوگی
پھلے گی پھولے گی خوش ہوگی تو جہاں ہوگی

بغیر علم کے تجھ میں یہ اعلیٰ ظرفی ہے
کہ "گھنٹے والے" کی دوکان کی تو برفی ہے

انھیں نہ یاد کروں میں تو بے ایمانی ہے
"عزیز خالو کی رکھی کی تو نشانی ہے

ہمیشہ یونہی رہے تیرا یہ حسین کردار
ہر ایک فرد کرے تجھ پہ اپنی جان نثار

زمانے بھر کو ہی مل جائے رنج وغم سے نجات
تری طرح جو ہر اک گھر میں ہو شریک حیات

شرافتوں کی دری اپنے گھر سے لائی ہے
"لبرٹی ہاؤس" میں سب کے لیے بچھائی ہے

اخبار کی وفات

اپنے بھوپال سے نکلا تھا جو ڈیلی اخبار
اُس نے بھوپال کے اخباروں پہ کی تھی یلغار

دونوں ہاتھوں سے گھُمائی جو صحافی تلوار
سامنے ٹِک نہ سکے اُس کے "ندیم" و "افکار"

ابتدا میں تو لگے سب ہی کو اچھے آثار
ہر صحافی نے کہا یہ ہے صحافت کا عیار

اس نے "الحمرا" پہ اس واسطے کر دی یلغار
تاکہ حائل نہ رہے بیچ میں کوئی دیوار!

اس نے اسٹاف پہ پیسوں کی بھی کر دی بوچھار
ختم ہی کر دیا اخبار کا سارا کردار

اس کے مالک کو ضرورت تھی نکالے اخبار
تجربہ رکھتا تھا اخبار ہے اپنا بیوپار

ہاں مگر کرتا تھا دن رات یہ گالی گفتار
گالیاں بکنا تھا اُس شخص کی عادت میں شمار

سب سے کرنے لگا غصے میں یہ گالی گفتار
سارے فنکار ہوئے ذہنی اذیت کا شکار

وہ صحافی، تھی گوارا انھیں گالی گفتار
وہ تو ہونے لگے کچھ اور مسرت بہ کنار

چند لوگوں نے سہی اُس کی یہ لعنت پھٹکار
چند لوگوں کے عمل سے تھا صحافت کا وقار

وہ تو بیکار ہوئے جو ہوئے ذلت کا شکار
ہاں مگر سیٹھ کے دفتر پہ لگی لمبی قطار

وہ صحافی جنھیں فی الفور تھی روزی درکار
اُن پہ چڑھنے لگا دن رات صحافت کا بخار

اب تو چپراسی بھی کرنے لگے مضموں تیّار
کس طرح رہتا بھلا اچھی صحافت کا عیار

اُن پہ لکھّا ہی نہیں جو تھے مصیبت کا شکار
سارا اسٹاف رہا کاٹھ کے گھوڑے پہ سوار

ایک ہی تیر سے ہونے لگے کتنے ہی شکار
جھوٹی خبروں کو جمع کرنے لگے نامہ نگار

رات دن ہونے لگی آپسی جوتم بیزار
سب نے مجروح کیا اردو صحافت کا وقار

دن بہ دن گرنے لگا اردو صحافت کا وقار
ایڈیٹر لکھنے لگا بیڑی کو چرچل کا سگار

ایسا اخبار کہ لگتا تھا صحافت کا مزار
اردو ہر شخص کو لگنے لگی گرتی دیوار

شاعروں سے یہ لیا کرتے تھے لیموں کا اچار
تب کہیں جا کے چھپا کرتے تھے اُنکے اشعار

چند ہی روز میں سب ہو گئے اِک دم بیکار
سیٹھ نے بند کیا اپنی خوشی سے اخبار

یہ جو عملہ ہے نکالے گا یقیناً اخبار
سُست رفتار نہ ہو اس میں ہے محنت درکار

سیٹھ صاحب کی طرح سب کا ہو اعلیٰ کردار
سیٹھ صاحب کی طرح سب کا ہو طرزِ گفتار

ان کے اخبار میں جمنے لگیں سارے زردار
ان کے آفس میں لگے رات کو مینا بازار

منفعت بخش یہ پیشہ ہے نکالو اخبار
سچے کردار کی ٹکسال میں ڈھالو اخبار

تضاد

یہ ٹیلر ماسٹر ہر حال میں کپڑے چرائیں گے
مداری رنڈیوں کے سامنے بندر نچائیں گے

شرابی چاہے کچھ ہو ہر جگہ ساغر لنڈھائیں گے
یہ پنڈت مولوی جتنا بنے گا اتنا کھائیں گے

وہ شاعر ہو ہی جائیں گے جو غزلیں روز گائیں گے
جو غزلیں روز گائیں گے وہ غزلیں بھی چرائیں گے

جو پوجا پاٹھ کرکے گائے کی عظمت بڑھائیں گے
مگر جب دودھ بیچیں گے تو پھر پانی ملائیں گے

جو سٹہ روز کھیلیں گے وہ اپنا گھر مٹائیں گے
انھیں گھاٹا نہیں ہوگا جو سٹہ خود چلائیں گے

اناڑی مولوی اہلِ نظر سے بچ کے جائیں گے
جو ان سے ہو سکے گا رات دن دامن بچائیں گے

اندھیروں میں یہ جا کر رات دن دیپک جلائیں گے
جو ان کو معتبر سمجھے اسے بھاشن سنائیں گے

دیوالی پر مٹھائی کی دوکانیں جو سجائیں گے
وہ مادہ گھی نہیں گڑ اور شکر سب کو کھلائیں گے

یہ لڑکے لڑکیوں پر سیٹھیاں جب بھی بجائیں گے
کبھی یہ پٹ بھی جائیں گے کبھی یہ بچ بھی جائیں گے

یہ بیوپاری دیوالی عید پر دوکاں سجائیں گے
منافع ڈٹ کے لیں گے دونوں ہاتھوں سے کمائیں گے

الکشن میں ہمیں جو ووٹ دینے پر جمائیں گے
یقیناً پانچ برسوں تک یہ اپنوں کو رُلائیں گے

دیوالی آئیگی پوجیں گے سینے سے لگائیں گے
دسہرہ پر اُسی لکشمی کو ماچس سے جلائیں گے

یہ اُونچی اور بہت اونچی پتنگ اپنی اڑائیں گے
ہمیشہ ہندو و مسلم کو آپس میں لڑائیں گے

یہ دیواں میرؔ اور غالبؔ کے برسوں ڈھول کھائیں گے
جو اردو ہی نہ جانیں کیا پڑھیں گے کیا پڑھائیں گے

فراقؔ و فیضؔ کو ساحرؔ کو کیسے بھول پائیں گے
ادیبوں شاعروں میں سے ابھی کچھ اور جائیں گے

لکھیں گے نغمیؔ صاحب قطعے نظمیں اور سنائیں گے
یہ محفل میں ہنسائیں گے اکیلے میں رُلائیں گے

اِن سے ملیے

ان سے ملئے یہ اِک صحافی ہیں
سارے بھوپال کو یہ کافی ہیں

اگلے وقتوں کی یہ نشانی ہیں
یہ بڑھاپے کی نوجوانی ہیں

صاف اِن کو سُنائی دیتا ہے
آنکھوں سے بھی دکھائی دیتا ہے

کان میں اِن کے پھر بھی آلہ ہے
دوستوں کا قریب ہالہ ہے

لمبا قد ہے لمبوترا چہرہ
دھوپ میں رنگ پڑ گیا گہرا

رشدؔی صاحب کو کہتے تھے بہرا
ان کے آگے نہ کوئی بھی ٹھہرا

دوست ان کے ہیں نغمی اور مہرا
ان کا رشتہ سبھی سے ہے گہرا

مشورہ کرتے ہیں طبیبوں سے
بچ کے رہتے ہیں یہ غریبوں سے

باتیں کرتے ہیں لمبی اور چوڑی
خرچ کرتے نہیں ہیں اک کوڑی

یہ نہ ریشم ہیں اور نہ کوسا ہیں
سب کی نظروں میں "بے بھروسہ" ہیں

ان کو مل جائے کوئی سیدھا سپاٹ
اس کو پہنچا دیں سیدھے موت کے گھاٹ

عشق ہے ہاتھ کی لکیروں سے
ڈرتے رہتے ہیں یہ فقیروں سے

صاف ستھرے ہمیشہ رہتے ہیں
دُکھ بھی دیتے ہیں سُکھ بھی دیتے ہیں

ان کا اپنا کوئی نواس نہیں
ان کو اپنی زباں کا پاس نہیں

دعوتوں میں ہمیشہ جاتے ہیں
روٹیاں کم ہی گھر کی کھاتے ہیں

غُنڈوں لُچّوں سے بھی ہیں وابستہ
یوں بظاہر لگیں گے شائستہ

ریا کاری کا کس قدر ہے ریاض
مے کشی اُس پہ پانچوں وقت نماز

دیکھنے میں گُل اور بوٹے ہیں
تجربہ دیکھئے تو جھوٹے ہیں

پیسے والوں کے آپ ساتھی ہیں
یہ تو پورس کے ایک ہاتھی ہیں

طویل غزل

سیکولر تربیت ہونیشن کی!
کیا یہ نیتی ہے دُور درشن کی

قدر ہوتی ہے اس طرح فن کی
شاعروں کو سمجھتے ہیں سنکی

کام کا بوجھ اتنا سر پہ ہے
آدمی ہو گیا ہے اب ڈنکی

تابعداری تو کر چکے صاحب
اب تو کرنا ہے رات دن من کی

زُہدؔ و تقویٰ کا حشر کیا ہوگا
کوئی پائل اگر کہیں چھنکی

آئے ہیں اب مری عیادت کو
جان ہی جب نکل گئی تن کی

یہ کریڈٹ دیا ہے بیوی کو
اُس نے صورت نہ دیکھی سوتن کی

جھوٹ کیوں بولیں صاف کہتے ہیں
ہم نے پی ہے شراب جامن کی

اُن کو اعلیٰ مقام حاصل ہے
عادتیں جن کی ہیں سُوّرپن کی

سجتے سجتے رہیں بسنتی لباس
رنگ رلیاں نہ کم ہوں ساون کی

رِند ہوں یا خدا کے متوالے
فکر رہتی ہے سب کو راشن کی

شعری کے شعرا چھے لگتے تھے
یاد آتی ہیں باتیں بچپن کی

دشمنوں سے بھی ہنس کے ملتے ہیں
یہ علامت بھی ہے بڑے پن کی

کاش ہوتا نہ بجلی کا پنکھا
میں ہوا کھاتا اُس کے دامن کی

اب کسی میں نہیں ہیں اعلیٰ صفات
ہر جگہ پوجا ہوتی ہے دھن کی

شیخ جی ہوں کہ ہوں پنڈت جی
فکر رہتی ہے سب کو بھوجن کی

آمنے سامنے ہیں حسن و عشق
اوٹ باقی نہیں ہے چلمن کی

اوپری ٹیپ ٹاپ سب کو پسند
دنیا عاشق ہے رنگ و روغن کی

امنِ عالم کی جیت ہو یا رب
ہار ہو ملکوں ملکوں ریگن کی

ایک دو پھول کی نہیں صاحب
بات کرتا ہوں سارے گلشن کی

پاک میں سینکڑوں ہیں میرے عزیز
اوّلیت ہے اُن میں احسن کی

چاٹتے ہیں وزیروں کے جوتے
بات کرتے ہیں عظمتِ فن کی

نغمیؔ صاحب ہیں چاق اور چوبند؟
بات ہے یہ بتاؤ کس سن کی

بی جمالو

اب ان سے ملیے کہ یہ ہیں سبھی کے شیدائی
ہراک کو ایسا لگے اُس کے ہیں سگے بھائی

سڑک پہ ایسے چلیں گے کہ جیسے راجہ ہوں
کریں گے بات تو ایسا لگے کہ باجا ہوں

کوئی غریب جو دیکھے تو سمجھے ان کو عظیم
مریض دیکھے تو سمجھے کہ یہ ہیں نیم حکیم

سفید پوش جو رستے میں کوئی آیا نظر
گلے سے اس کو لگایا ہے آپ نے بڑھ کر

جدیدیت پہ کسی نے جو گفتگو چھیڑی
یہ پیر گیسٹ کو اُس سے کہیں گے بر کھیڑی

چلے جو آگے تو دو چار کامریڈ سے ملے
بہت تپاک سے کرنے لگے یہ شکوے گلے

کہا کہ کانگریس آئی میں یہ خرابی ہے
کہ اس میں جو بھی ہے لُچّا ہے یا شرابی ہے

خدا کے واسطے لے آؤ اشتراکی نظام
کہ اس کے غم میں مجھے ہوگیا ہے نزلہ زکام

جو پیر گیٹ پہ مل جائیں اِن کو جن سنگھی
بڑے تپاک سے جُھک کر ملیں گے اُن سے بھی

کہیں گے لاؤ گے کب تک یہاں پہ فوجی نظام
تمہاری نیتی کے عاشق ہیں دیش بھر کے عوام

کھڑے تھے شرقی کی دُوکاں پہ ایک مولانا
انھوں نے کھادی کے کپڑوں سے ان کو پہچانا

کہا جمیعتِ علماء ہی اِک جماعت ہے
فلاحِ قوم ہی دراصل جس کی نیت ہے

مجھے تو گاندھی کی نیتی ہمیشہ راس آئی
رہا میں اندرا کا راجیو کا دل سے شیدائی

سحر سے شام تلک جو مِلا اُسی کی کہی
کلاس روم میں بچّوں کو بھی پڑھایا یہی

اِدھر اُدھر کی لگانے میں آپ ماھر ہیں
یہ لیکچرر بھی ہیں کالج میں اور شاعر ہیں

اِلرجی ہوتی ہے ان کو ہر ایک ناقد سے
یہ بات کرتے نہیں ہیں کسی مجاہد سے

پڑھے لکھے ہیں پڑھاتے ہیں اور لائق ہیں
کوئی بتاؤ کہ کس طرح یہ مُنافق ہیں

کوئی یہ کہتا ہے یہ شخص بی جمالُو ہے
کوئی یہ کہتا ہے یہ شخص ایک بھالُو ہے